تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

جلد نمبر ۳۱ | مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | شمارہ نمبر ۶

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ
۲۵ جنوری ۱۹۹۴ء

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمود الازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی — مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی — مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید

زر تعاون ملکی
سالانہ ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ۵ روپے

بیرون ملک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ 226007 (یوپی)

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

نوٹ
چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں۔

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے گوپال آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شائع کیا

درس حدیث

ایمان کی مٹھاس

(۲)

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی — ترجمہ: شمس الحق ندوی

(اللہ اور اس کے رسولؐ سب سے زیادہ محبوب ہوں) کی علماء یہ تشریح فرماتے ہیں کہ محبت سے مراد محبت اختیاری ہے طبعی نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خواہشات نفسانی اور دیگر تمام چیزوں پر مقدم رکھے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس سے بھی یا جس شے سے بھی محبت کرے اللہ ہی کے لیے کرے، اپنی پسند و خواہش کی وجہ سے نہ کرے، (ان تمام چیزوں کو ناپسند کرے جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے اور ان سے ناراض ہوتا ہے) محبت و ناراضگی دونوں گویا ایک ہی چیز ہیں کہ بندہ اپنے کو محبوب یعنی رب ذوالجلال کی پسند و ناپسند کے تابع کر دے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پورے طور پر بندہ کو محبوب ہو، اپنی ذات اور نفس اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیچ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف نظر جائے ہی نہیں کہ یہ اسی کا غلام اور بندہ ہے اور غلام تو آقا ہی کے چشم و ابرو کے اشارہ کا منتظر اور اسی کی پسند و ناپسند کے تابع ہوتا ہے، جب یہ بات پائی جائے گی جبھی بندہ کا نفس اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے فنا ہوگا۔ اسی وقت اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (کہ تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔)

اس کے بعد اپنی محبت اور دوستی اللہ کے رسولؐ کی مرضی کے تابع کر دے اس لیے کہ آپ ہی کی ذات (ان تمام لوگوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہونے میں جو انسانیت کے بلند مقام کے خواہاں ہوں اور بڑائی اور کمال کے مرتبہ پر پہنچنا چاہتے ہوں) اس کی مستحق ہے، آپ کی ذات اس لیے بھی اس محبت و دوستی کی مستحق ہے کہ آپ نے اپنے رب کی امانت بندوں تک پہنچانے کا حق ادا کیا، اپنے رب کا پیغام بندوں تک پہنچایا اور امت کی بہی خواہی کا حق ادا کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری محبت کا مطالبہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے، ارشاد ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

جب اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے تو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ بندہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کرے اور مانے، اور آپ کی پوری پوری اطاعت اور مکمل پیروی کرے آپ کی ذات سے خلوص دل کے ساتھ محبت کرے، اگر بندۂ مؤمن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و طاعت کے اس معیار پر نہیں ہوتا تو وہ محبت رسولؐ کے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اس کو محبت کی مٹھاس نہیں حاصل ہو سکتی۔

صحابۂ کرام کے حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کے عجیب و غریب واقعات ملتے ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت عروۃ سے روایت کیا ہے کہ "جب مشرکین (زید بن دثنہ) کو قتل کرنے کی غرض سے حرم سے باہر مقام تنعیم میں لے گئے اور راستہ میں حضرت خبیبؓ بن عدی انصاری اور زید بن دثنہ کی ملاقات ہو گئی تو دونوں نے ایک دوسرے کو یہ نصیحت و تلقین کی کہ اس راہ میں جو بھی مصیبت پیش آئے اس پر صبر و ثابت قدمی کے ساتھ جمے رہنا" حضرت ابوسفیانؓ جو اس وقت کافر تھے، انھوں نے زید بن دثنہ سے کہا کہ تم کو خدا کی قسم دلا کر کہتا ہوں، بتاؤ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اس وقت ہمارے قبضہ میں محمدؐ تمہاری جگہ ہوں، ہم ان کی گردن مار دیں اور تم بجائے دار پر ہونے کے اپنے گھر والوں میں ہو؟

حضرت ابوسفیانؓ کے جواب میں حضرت زیدؓ نے فرمایا: "خدا کی قسم مجھے یہ تک گوارا نہیں کہ محمدؐ اس وقت ہماری جگہ ہوں اور ان کو کوئی کانٹا بھی چبھے اور اور میں اپنے اہل و عیال میں رہوں۔

یہ سن کر ابوسفیانؓ نے کہا: "ہم نے کسی کو کسی سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جس طرح محمدؐ کے ساتھی محمدؐ سے محبت کرتے ہیں"۔

نسیبہ بنت سعد انصاری کا قصہ ہے کہ غزوۂ احد میں ان کے بھائی باپ اور شوہر تینوں شہید ہو گئے تھے۔ جب ان کو اس کی خبر دی گئی تو پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے، مقصود خیریت پوچھنا تھا لوگوں نے بتایا کہ آپؐ خیریت سے ہیں! یہ سن کر ان کو چین نہ آیا اور کہا "مجھے دکھا دو میں اپنی آنکھوں سے آپؐ کو دیکھ لوں۔ جب آپؐ کو دیکھ لیا تب دل کو قرار آیا اور کہا کہ آپ موجود ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے

باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

یہ جن کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سب سے محبوب ہوں ان کے چند عملی نمونے ہیں۔ (باقی صفحہ ۳ پر)

اس ہفتہ میں

۱	درس حدیث	شمس الحق ندوی
۲	اعتراف اور نتیجۂ اعتراف	ع ۔ ع ۔ ن
۳	اسلام کے مردانِ باوفا	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
۴	یہ بہتر ہے کہ لفظوں کے بجائے	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
۵	مذہب بیزاری سامراجی عہد کا ورثہ ہے	مولانا واضح رشید ندوی
۶	زوال عیسائیت	جناب سید غلام محی الدین صاحب
۷	حضرت محمد بن سیرینؒ	ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی
۸	اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
۹	قومی ترقی کے حصول میں	مولانا محمد خالد ندوی
۱۰	نمازیں سنت کے مطابق پڑھیئے ۔	مولانا محمد تقی عثمانی
۱۱	سفر قادیان	مولانا محبوب الرحمٰن ازھری
۱۲	دارالعلوم اسلامیہ بستی	مولانا نذرالحفیظ ندوی
۱۳	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی
۱۴	وفیات	〃
۱۵	سوال و جواب	محمد طارق ندوی

اداریہ

اعتراف اور نتیجۂ اعتراف

جنوری ۱۹۸۶ء میں راجیو گاندھی نے اپنی وزارت عظمیٰ کے ایک ہنگامہ خیز وقت میں جبکہ مطلقہ عورت کے حقوق پارلیامنٹ میں بل پیش تھا۔ ایک تامل زبان کے اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اسلامی قانون ہمارے قانون سے بڑھ کر عورتوں کے حقوق و مفادات کا ضامن ہے" ۱۹۹۳ء کے اکتوبر میں برطانوی ولی عہد پرنس چارلس نے آکسفورڈ کے اسلامک سنٹر میں تقریر کرتے ہوئے کہا:-

ہم اہل مغرب کا اسلام کے خلاف تعصبانہ رویہ یہ بھی ہے کہ بعض جگہ پیش آنیوالے انتہاپسندانہ سلوک کو دیکھکر فیصلہ کردیتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ آج سے ۱۴ سو سال پہلے قرآن نے عورتوں کے حقوق دئے ہیں۔ مثلاً وراثت میں اس کا حصہ تجارت کی آزادی، اپنے مال پر تصرف کا حق، طلاق کی صورت میں اس کے ساتھ حسن و سلوک اور اسی قبیل کی رعایتیں ہمارے معاشرے کے لئے میری دادی کے عہد تک بالکل انوکھی باتیں تھیں،

شاہزادہ چارلس کی تقریر کا پورا متن جدہ کے انگریزی روزنامہ عرب نیوز میں شائع ہوا ہے۔ اسکو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ موصوف کا مطالعہ محدود نہیں ہے، وہ عالم اسلام سے بھی واقف ہیں اور ان کو قرآن و حدیث کی بھی کچھ باتیں معلوم ہیں" اور مزاج حقیقت پسند واقع ہوا ہے۔ مثلاً اسی تقریر میں انکا یہ اعتراف کہ:

اہل مغرب اسلام کی شناخت لبنان میں ہونے والی خانہ جنگیوں اور بعض افراد کی تشدد کو دیکھکر کرنا چاہتے ہیں اور اس کو اسلام کی طرف منسوب کرکے مسلم بنیاد پرستی کہنے لگے ہیں، یہ بہت ہی سنگین قسم کی غلط فہمی ہے کیا ہم اسکو پسند کریں گے کہ برطانیہ میں ہونے والے جرائم، قتل اور بالجبر حرام کاریوں، بچوں کے اغوا، منشیات کا رواج دیکھکر کوئی کہے کہ یہ برطانیہ کا مذہب اور دینی تعلیمات کا نتیجہ ہے؟

یہ اتفاق کی بات ہے یا کسی سیاسی مصلحت کے تقاضہ کو ٹھیک اسی زمانہ میں برطانیہ کے وزیراعظم جان میجر کے ایک سرکاری خط معلوم نہیں کس طرح برآمد کرکے بعض اردو رسالوں نے شائع کیا ہے جس میں موصوف نے اپنے وزیر برائے امور داخلہ (؟) کو ہدایت کی ہے کہ یورپ میں جو ممالک کمیونزم کے چنگل سے آزاد ہوئے ہیں وہاں خطرہ ہے کہ مسلمان استحکام حاصل کرلیں۔ اگر ایسا ہوا تو کمیونزم کے وجود سے زیادہ خطرناک سانحہ ہوگا، لاہور سے نکلنے والے ماہنامہ ایشیا، میں اس خط کا عکس اور ترجمہ شائع ہوا ہے، اگر یہ صحیح ہے اور بظاہر غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے تو گویا جان میجر صاحب نے اقبال کی محاکاتی زبان میں ابلیس کی ترجمانی کی ہے۔

الحذر آئین پیغمبر سے سو بار الحذر

اور دوسرا مصرعہ شاہزادہ چارلس اپنی زبان سے اسلام کے بارے میں دہرا رہے ہیں

حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں،

پرنس چارلس یا آنجہانی وزیر اعظم ہند کے اعتراف سے ہمیں کوئی خوش فہمی نہیں ہے اور نہ ان کے اعتراف کو

سکوں ہر قلب کا بے کیف بے آرام ہے ساقی

خلیل پرتاپ گڑھی

ریاکاری بری شے ہے برا انجام ہے ساقی
مگر دل پاک رکھنا اس سے مشکل کام ہے ساقی

یہ اخلاص و محبت حق پرستی اور حق گوئی
اگر ہے بھی کہیں تو وہ برائے نام ہے ساقی

خوشامد داد و تحسین دلکش و محبوب ہے اتنی
کہ اس میں سچی نیت ہوگئی گمنام ہے ساقی

تعیش دنیاداری کی جہاں بھی ہو فراوانی
وہاں نفسانیت کا زور طشت از بام ہے ساقی

جو ہو پوشیدگی میں جرم اس کو کر لیا جائز
مثل سچی ہے بد اچھا برا بدنام ہے ساقی

جو دیدیتے ہیں دھوکہ اپنی حکمت سے بزرگوں کو
جہاں میں ان کی فطرت پر بڑا انعام ہے ساقی

سفارش اور رشوت کا جہاں میں بول بالا ہے
نہ ہو اس کا سہارا جس کو وہ ناکام ہے ساقی

بٹورے تھے جو گوہر اپنی محنت سے ریاضت سے
عمل سے دور رہ کر وہ خیالِ خام ہے ساقی

دعا مانگیں تو کس منہ سے کرم چاہیں تو کس دل سے
اب ایسے میں کرم کرنا ترا ہی کام ہے ساقی

مدد کے واسطے کس کو پکاریں کون آئے گا؟
کہ اب چاروں طرف حالات کا کہرام ہے ساقی

بلاؤں کا تسلسل ہے مصائب ہیں حوادث ہیں
سکوں ہر قلب کا بے کیف بے آرام ہے ساقی

زبوں حالی ہے پھیلی چپہ چپہ میں گلستاں کے
فضا ساری کی ساری لرزہ براندام ہے ساقی

ہمیں ایماں کی دولت عملِ صالح کی ہدایت دے
عجب سی کیفیت اس دل کی صبح و شام ہے ساقی

دلوں کو پھیر دے ان کے جو فتنہ ساز ہیں یارب
کہ دل کو پھیر دینا صرف تیرا کام ہے ساقی

بھروسہ صرف تجھ پہ ہے کہ تو حافظ و ناصر ہے
مدد فرما کہ تو ہی حاکم الحکام ہے ساقی

لگے ساحل سے یا ڈوبے خلیل اب اپنی یہ کشتی
بہر صورت زباں پر بس ترا ہی نام ہے ساقی

اسلام کے لئے قابل سند نمونہ سمجھتے ہیں، آفتاب کو آفتاب کہنا اپنی بصارت کا اعلان ہے۔ مزید یہ کہ اس قسم کے اعترافات سے اسلام دشمنی کی عام سازش میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، ہندوستان میں جسطرح راجیو گاندھی کے اعتراف سے پہلے انہار کا یہ رویہ تھا آج اس سے زیادہ ہی ہے کم نہیں ہے۔

برطانیہ میں اسلامی بنیاد پرستی کا ہوا جس شد و مد سے پھیلایا گیا اور دوسرے ممالک میں برآمد (اکسپورٹ) کیا جارہا ہے، اس میں کمی کیا زیادتی ہی ہے،

اس کا سبب اسلامی تعلیمات سے ناواقف نہیں ہے، یہ لوگ جو آج اسلام کو طرح طرح سے بدنام کر رہے ہیں اور اپنا سب سے بڑا حریف سمجھتے ہیں، اگر محض ناواقفیت کی بنا پر یہ حرکتیں کرتے تو گنجائش ہوتی کہ انکو اسلام کا صحیح رُخ ان کو دکھایا جائے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں، بقول پرنس چارلس کہ:۔

ہم سب اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اسلام میں انتہا پسندی نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر کہا جارہا ہے اور جس مفہوم میں اسلام کو انتہا پسندی کہا جارہا ہے وہ اسلام کی اجارہ داری نہیں ہے، دوسرے مذاہب مثلاً عیسائیت میں بھی موجود ہے مسلمانوں کی بھاری اکثریت ایسی ہے جو دین کے تمام اصولوں پر عمل کرتی ہے، مگر زندگی کے عام سیاسی روئیوں میں بے حد معتدل ہے، وہ مذہب میں درمیانی راہ (امتہ وسطاً) کے قائل ہیں۔

ان بیانات کو سننے کے بعد قرآن حکیم کی حقیقت آشکار آیت کو پڑھئے۔

وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا (نمل ۱۴) اور انھوں نے بے انصافی اور غرور سے انکار کیا حالانکہ انکے دل ان کو مان چکے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

اسلام کے مردانِ باوفا

جہاد بالاکوٹ سے واپس آنے والا مجاہدین کا قافلہ جو نواب وزیر الدولہ مرحوم کے اصرار سے ٹونک میں قیام پذیر ہوگیا تھا ان میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے اہل خاندان بھی تھے انھیں حضرات نے وہاں ایک مسجد تعمیر کی جو مسجد قافلہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت مولانا مدظلہ کی تقریر اسی مسجد قافلہ میں ہوئی۔ جس کو اکرام الحق ندوی نے ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے نوٹ کیا۔ (ادارہ)

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ و السلام علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔

"من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ، و منھم من ینتظر، و ما بدلوا تبدیلا"

حضرات! انسان کی فطرت، حالات، ماحول اور تاریخی واقعات کا یہ اثر ہوتا ہے کہ آدمی کسی جگہ جاتا یا کسی سے ملتا ہے اور کسی نئی جگہ پر وہ قدم رکھتا ہے تو اس کے سامنے کچھ ایسی حقیقتیں آجاتی ہیں کہ جو اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے نہیں آتیں، یہ انسانی نفسیات کا تقاضا اور خاصہ ہے، یہ مسجد جو قافلے والی مسجد کے نام سے مشہور ہے، اب بھی یہ اسی نام سے پکاری جاتی ہے، یہاں آکر بے اختیار میرے سامنے قرآن شریف کی یہ آیت آگئی، جو بالکل حسب حال ہے، یہ صرف مسجد قافلہ اور محلہ قافلہ پر منحصر نہیں بلکہ ایک عہد، ایک نسل، ایک تحریک، ایک دعوت، ایک صداقت، ایک بطولت، وفاداری پر اور اسلام کو ایک صحیح شکل میں پیش کرنے پر اور اس کے لیے ہر چیز کو قربان کردینے پر اس کی پوری تاریخ مجسم طریقہ پر میرے سامنے آگئی ہے اور یہ بالکل اضطراری طور پر ہوا ہے، اس میں میرے غور وفکر کو کوئی دخل نہیں ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ قافلہ کی مسجد میں میں قدم رکھوں، بلکہ ٹونک کی سرزمین پر قدم رکھوں اور مجھے جماعت مجاہدین یاد نہ آئے۔

جماعت مجاہدین کے کارنامے کی تعریف اس آیت سے بہتر کی نہیں جاسکتی، یہ آیت نہ صرف اس عہد کو یاد دلاتی ہے، بلکہ قیامت تک کے لیے مسلمانوں کے سامنے ایک نمونہ پیش کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ مسلمان کا مقام کیا ہے، اور ہر مسلمان کا اپنے اپنے عہد میں کیا فریضہ ہے، اور وہ کس چیز کا مکلف ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کن نعمتوں کا نزول اس پر ہوتا ہے، اور اس کی طرف سے قبولیت کا استحقاق کس چیز میں پیدا کرتی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے سامنے اسلام کا معیاری نمونہ سامنے رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

"من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ"

(اہل ایمان کی جماعت تو بہت بڑی ہے، اور وہ ایک بڑا دائرہ ہے اس کے اندر بھی تخصیص کرکے فرمایا جارہا ہے کہ اہل ایمان میں کچھ مردانِ کار اور اہل عزیمت ایسے ہیں)۔ بلکہ اس کا ترجمہ یوں کر لیجئے کہ اہل ایمان تو بہت ہیں، خوش نصیب ہیں، اللہ کے وعدے پر یقین رکھتے ہیں، اور اللہ کے ایسے شیر مرد اور ایسے باہمت اور باحوصلہ لوگ ہیں،

"صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ" انھوں نے اللہ سے جو عہد اور جو وعدہ کیا تھا سچ کر دکھایا،

"فمنھم من قضیٰ نحبہ" اور ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو وقت پورا کرچکے اور اللہ کے پاس جاچکے، اللہ کے یہاں ان کو انعام ملے گا "واٰخرۃ خیر وابقیٰ" آخرت کا تو کہنا ہی کیا، "ومنھم من ینتظر" اور جن کا ابھی وقت نہیں آیا، وہ انتظار میں ہیں اور اپنے عہد پر قائم ہیں، "وما بدلوا تبدیلا" اور انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس آیت میں اسلام کی تعریف آگئی ہے، قرن اول کے مسلمانوں کے لیے یہ ایک معیاری چیز ہے، اور قیامت تک پیدا ہونے والوں کے لیے یہ ایک نمونۂ عمل ہے اور ایک معیار، اور اللہ کی طرف سے ایک سند ہے، مسلمان اصل میں محض زبان سے کلمہ پڑھ لینے کا نام نہیں ہے اس کو ہم مسلمان کہیں گے، ہم اس کے اسلام میں شک نہیں کریں گے، جو کلمہ پڑھے گا۔ ہم اس کو حقارت اور قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے، لیکن اسلام اس پر ختم نہیں ہوجاتا کہ کلمہ پڑھ لیا جائے، مسلمان خاندان میں کوئی بچہ پیدا ہوجائے، پھر عقیقہ ہو، پھر وہ مسلمان کہلائے، اور وہ خود بھی اپنے کو مسلمان کہے یہ کافی نہیں بلکہ "من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ" اس نے اللہ کے ساتھ کوئی عہد کیا، یہ اللہ کے ساتھ ایک عہد ہے وہ عہد یہ ہے کہ ہم اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گذاریں گے، اس دنیا کا خالق اور رازق، نافع اور ضار، نکالے، وہی عزت اور ذلت دینے والا ہے اور کارساز حقیقی اور مالک الملک ہم اسی کو سمجھیں گے۔ کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بھی ایک عہد اور ایک اعلان ہے

کہ ہم اس بات کا اعلان کرتے ہیں زبان قال سے بھی اور زبان حال سے بھی کہ اس دنیا کو پیدا کرنے والی اور چلانے والی تنہا خدا کی ایک ذات ہے "الا لہ الخلق والامر" (یاد رکھو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے حکم چلانا) وہ اس کا خالق بھی ہے اور منتظم بھی ہے، یہ نہیں کہ پیدا کر دیا اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا، یا دوسروں کے حوالہ کر دیا، کہ اب جو کچھ ہو آدمی کی کوششیں ہیں، نتائج ہیں، مواقع ہیں، اور اشیاء میں نفع وضرر کی صلاحیت ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ تو ایک ایک ذرہ کا مالک ہے، کوئی پتہ بغیر اس کی اجازت کے ہل نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی ذرہ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے، کوئی کام اور کوئی تبدیلی دنیا میں آ نہیں سکتی، نہ قسمتیں بدل سکتی ہیں، نہ حالات بدل سکتے ہیں جب تک اس کی مرضی اور حکم نہ ہو۔ اصل میں اسلام ایک عہد ہے، اب اس عہد کو دیکھنا ہے، وہ عہد یہ ہے کہ ہم اس دنیا کو پیدا کرنے والا، چلانے والا خدا کو سمجھیں گے، اس کو مالک حقیقی مانیں گے، اور اپنی قسمت اسی کے ہاتھ سمجھیں گے، اور نافع وضار اسی کو مانیں گے، اس کے سوا کسی کے سامنے نہ ہی سر جھکائیں گے اور نہ کسی کے سامنے احتیاج اور التجا کا ہاتھ اور دامن پھیلائیں گے، یہ ایک عہد ہے، پورا اسلام ایک عہد ومعاہدہ کا نام ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ کتنے لوگ ہیں جو اس عہد کو پورا کرتے ہیں، اور کتنے لوگ ہیں جو عہد کر کے بھول جاتے ہیں، ہم بھی عہد کر کے بھول گئے، اس میں صحابہ کرامؓ کی مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں، جب کلمہ پڑھا تو ان کو نہ اپنی جان کی پروا رہی اور نہ مال کی رہی، نہ اہل وعیال کی پروا، نہ عزت وذلت کی پروا رہی، نہ صحت کی پروا رہی اور نہ رزق اور مال کی پروا رہی، اور نہ تعریف اور مذمت کی، کسی چیز کی انھیں پروا نہیں رہی۔

یہ وہ بات ہے جو مسلمانوں کو سمجھنی چاہیے خاص طور پر اس ابتلا اور آزمائش کے دور میں سمجھنا چاہیے، اور خصوصاً اس قافلہ کی مسجد میں یہ بات سمجھنی چاہیے جو حضرت یہاں جمع ہوئے ہیں اور اللہ نے جن کو توفیق دی ہے ان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کے سامنے ایک مثال اللہ کے ان بندوں کی ہے جو بالاکوٹ کی شہادت گاہ سے یہاں بلائے گئے، اللہ کے یہاں مقدر بھی تھا اور اسباب بھی پیدا ہوئے کہ نواب وزیر الدولہ مرحوم (اللہ ان کی تربت کو ٹھنڈا رکھے) اور اللہ اپنی نعمتوں اور سرفرازیوں سے مالا مال کرے، انھوں نے اصرار کر کے نہیں بلکہ کہا جاتا ہے اور کہنے والوں نے کہا ہے کہ خوشامد کر کے اس قافلہ کو بلایا، کہ اس قافلہ کا ورود باعث برکت ہے، یہ قافلہ اگر آئے گا تو اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنی جان دینے میں کوئی کسر اور کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، یہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور یہ تاریخ میں لکھا ہوا ہے، اور کئی بار یہ کہتے ہیں کہ حضرت اجازت دیجئے کہ اللہ کی راہ میں یہ سر قربان کر دوں، سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولانا! اللہ آپ کے علم سے بڑا کام لے گا، آپ کی تحریر، تقریر اور آپ کی تبلیغ سے، آپ ابھی جلدی نہ کیجئے، لیکن صبر نہیں ہوتا، بار بار کہتے ہیں کہ یہ سر قربان کرنے کے لیے لایا ہوں، ہم جو عہد کر کے آئے تھے وہ عہد پورا کرنا چاہتے ہیں۔ بالآخر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایماء ہوا یا وہ سمجھے کہ منع نہیں کرتے۔ اور انھوں نے وہاں اللہ کی راہ میں سر کٹا دیا۔ **صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ** یہ اسلام جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز فرمایا ہے اور ہم پر احسان فرمایا ہے، اسلام کے ذریعہ اسلام نہیں ہے کہ آپ کہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کا نام رکھ لیں، یا مسلمانوں کی سی معاشرت، یعنی گھر کا نقشہ مسلمانوں کا سا ہو، مسجد بھی کبھی کبھی جائیں، یا پابندی کے ساتھ جائیں یا اپنے کو مخاطب کر کے کہیں، یہ ایک (خدا کرے بے ادبی نہ ہو) چیلنج ہے زمانے کے لیے ایک چیلنج ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم اپنے عقائد میں مسلمان ہیں، ہم عبادات میں مسلمان ہیں، اپنے اخلاق میں مسلمان ہیں، معاملات میں مسلمان ہیں، اپنے طرز معاشرت میں مسلمان ہیں، ہم آپس کے تعلقات، جو میاں بیوی کے تعلقات ہوتے ہیں، باپ بیٹے کے تعلقات ہوتے ہیں، بھائی بھائی کے تعلقات ہوتے ہیں، ہمسایوں سے تعلقات ہوتے ہیں، ہم ان سب چیزوں میں قانون الٰہی کے پابند ہیں، ہم کچھ نہیں جانتے، ہم پہلے یہ دیکھیں گے کہ حکم کیا ہے اس موقع پر اللہ کے اس حکم سے اگر ہماری ساری جائداد جاتی ہو، ہماری ساری کمائی اور سرمایہ پر پانی پھر جاتا ہو، اور ہم ایک ایک لقمہ کے محتاج ہو جائیں جب بھی ہم یہی کریں گے، یہ ہے اصل اسلام، اسلام صرف ایک قومیت کا نام نہیں ہے، اسلام کسی تہذیب کا نام نہیں ہے، اسلام کسی آبادی کے ایک عنصر کے کچھ امتیازات اور اپنے کو ایک خاص نام سے موسوم کرنے کا نام نہیں ہے، جو اس وقت عام طور پر ہو رہا ہے، اسلام اول سے آخر تک ایک عہد ہے اور ایک پیمان ہے اللہ کے ساتھ ایک اعلان ہے دنیا کے سامنے ہمارے لیے فیصلہ کن، قابل عمل، قابل عمل اور قابل غور چیز وہ ہوگی جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حکم دیا جائے گا، رسول اس کی تشریح فرمائیں گے۔ جو اللہ کا حکم ہوگا اور جو رسول کی تشریح ہوگی یا جو اسوۂ رسول ہوگا یا جو رسول کا نمونہ ہوگا ہم اس پر عمل کریں گے، اگر ہمیں اپنی جائداد، اپنی مالی منفعت اور تمام سہولتوں سے دست بردار ہونا بلکہ نشانہ سلامت بننا پڑے ہمارے لیے زندگی گذارنا وہاں دشوار ہو جائے، پھر آخری درجہ کی چیز یہ ہے کہ پھر کسی ملک میں (جہاں حالات مختلف ہوتے رہتے ہیں) وہاں ہم نگاہ پر چڑھ جائیں،

بلکہ نگاہ پر چڑھنا نہیں ہم پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیے جائیں، ہمارے ساتھ بالکل ایک مخالف قوم یا ایک بے وفا اور ایک غدار قوم کا سا سلوک ہونے لگے، ہمارے لیے ملازمتوں کے دروازے بند ہو جائیں۔ ہمارے بچوں کی تعلیم مشکل بلکہ بنیادی معاشی ذرائع کا حصہ حاصل کرنا بھی مشکل ہو جائے، پھر بھی ہم وہی کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔

اللہ فرماتا ہے: "من المؤمنین رجال"۔ اہل ایمان میں وہ شیر مرد لوگ ہیں، وہ جانباز لوگ ہیں جنھوں نے "صدقوا" عہد کے سچے ہونے کا نمونہ دکھایا۔ قرآن مجید "صدقوا" کا لفظ بولے تو اس کی عمومیت، اس کا عمق اور اس کی طاقت کا کوئی شمار نہیں، اور ناپنے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے، اور جب "صدقوا" کا لفظ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تو فیصدی سچ کر دکھایا، نہ اس میں مداہنت تھی، نہ نفاق تھا، نہ مصلحت اندیشی تھی، نہ تاخیر تھی، کچھ بھی نہیں، سب سے بڑے عزت والے کی طرف سے عزت کی جو سب سے بڑی سند دی جا سکتی ہے اور جو توثیق کی جا سکتی ہے، وہ ان الفاظ میں موجود ہے، جن لوگوں پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ان پر اگر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تو کوئی تعجب کی بات نہیں تھی، اگر اپنا گھر بار لٹا دیتے، اور لٹا دیا انھوں نے، اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے "صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ" انھوں نے سچ کر دکھایا جس کے لیے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، اور ذرا بھی وہ اپنی جگہ سے ہٹے نہیں۔

آج ہم مسلمانوں کی حالت کیا ہے۔ ہم مسلمان دیکھتے ہیں کہ اس بات کی کتنی گنجائش ہے، اس میں نفع ونقصان کا کیا توازن ہے، نفع کتنا ہے نقصان کتنا ہے، نیک نامی ہے یا بدنامی ہے، سیاسی بدگمانیاں اور اقتصادی پریشانیاں تو اس میں نہیں شامل ہو جائیں گی، ہماری اولاد اور خاندان کا مستقبل تو نہیں مشکوک ہو جائے گا، ہم خطرے میں تو نہیں پڑ جائیں گے، یہاں تک کہ آخری درجہ یہ ہے کہ ہم الکشن جیت سکیں گے یا نہیں جیت سکیں گے، ہم کوئی عہدہ پا سکیں گے یا نہیں پا سکیں گے، ملک میں باعزت طریقے سے زندگی گذار سکیں گے یا نہیں گذار سکیں گے۔ یہ سب خیالی چیزیں ہیں اللہ کے یہاں اس کا کوئی گذر نہیں ہے۔ "فمنھم من قضی نحبہ" اور ان میں سے کچھ وہ تھے جو آخری درجہ تک پہونچ گئے، جب انھوں نے اپنا وقت پورا کر لیا، تو موت کے گھاٹ اتر گئے، شہادت کا درجہ انھوں نے حاصل کر لیا، خون کا آخری قطرہ بہا دیا۔ "ومنھم من ینتظر" اور کچھ لوگ تھے جن کا ابھی وقت نہیں آیا تھا اللہ کی طرف سے وہ ایک تقدیری بات ہے، موت کا وقت مقرر ہے، شہادت بھی موت ہی کی ایک قسم ہے اس کا بھی وقت مقرر ہے، ایسے ایسے واقعات ہم دیکھتے ہیں، فتوحات اور جہاد کی تاریخ میں انھوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہتھیلی پر سر رکھے ہوئے جنگ کر رہے ہیں، اس میں کسی قسم کی آڑ نہیں، ذرا بھی اس میں تردد نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ سلامت رکھتا ہے، کتنی جنگوں کو فتح کیا، اور کتنی جنگوں کا سہرا ان کے سر ہے، ایک خالد ہی نہیں، آپ کے شہر کے لیے قابل فخر بات ہے کہ حضرت سید عبدالرزاق صاحب کلامی مرحوم جو اسی قافلہ کے رہنے والے تھے، سادات قافلہ کے ایک فرد تھے، سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے کے پوتے تھے، انھوں نے فتوح الشام کا ترجمہ کیا ہے، اس وقت بے اختیار بات یاد آ گئی، میں پہلے سے سوچی سمجھی تقریر نہیں کرتا، چھوڑ دیتا ہوں کہ اللہ جو کچھ کہلوائے گا، دل میں ڈالے گا کہہ دوں گا۔ جب ذکر آ گیا تو ان کا ذکر کر دوں کہ انھوں نے فتوح الشام کا ترجمہ کیا صمصام الاسلام کے نام سے اس میں پچیس ہزار اشعار ہیں، اس میں جنگوں کی تشریح ایسی آئی ہے، کہ ہمارے خاندان میں، اور غالباً یہاں قافلہ میں بھی اس کا رواج رہا ہوگا کہ جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا اور خاص طور پر مستورات پر بہت اثر ہوتا تھا، کسی کے بیٹے کا انتقال ہو گیا، کسی کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ تو اس کا علاج یہ تھا کہ صمصام الاسلام پڑھی جائے، خوب یاد ہے کہ تمام بیبیاں جمع ہوتی تھیں، میری خالہ تھیں جو حافظہ قرآن بھی تھیں وہ اس کو بڑے جوش کے ساتھ پڑھتی تھیں، ہم پیسے مانگنے کے لیے اپنی ماؤں کے پاس آتے تھے، جی میں آیا کہ چلو اماں سے پیسے لیں اور کچھ خرید لیں یہاں آتے تھے تو کچھ نقشہ ہی دوسرا ہوتا تھا، آنسو جاری ہیں اور چہرہ پر ایک ایسا رنگ ہے، معلوم ہوتا تھا کہ میدان شہادت اور میدان جہاد میں یہ خود ہیں، پیسہ مانگنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی بیٹھ جاتے تھے اور خود بھی شریک ہو جاتے تھے۔ دیر بھی تقدیری بات ہے کہ اس کے دو ایڈیشن نکلے اور دونوں ایڈیشن نول کشور پریس سے شائع ہوئے ہیں مشورہ دوں گا اگر خدا کسی کو توفیق دے تو اس کو دوبارہ چھپوائے، ورنہ وہ اس کو حاصل کرے اور مجلسوں میں پڑھی جائے)۔

"ومنھم من قضی نحبہ" کچھ وہ ہیں جنھوں نے اپنا وقت پورا کر دیا، اللہ نے جو وقت مقرر کیا تھا وہ وقت آ گیا۔ جہاد میں آیا یا گھر پر آیا، "ومنھم من ینتظر" اور کچھ لوگ انتظار میں ہیں ان کی طرف سے کوئی کمی نہیں، وہ ہتھیلی پر سر رکھ کر پھر رہے ہیں میدان جہاد میں اور دعوت دے رہے ہیں شہادت کو، ان کی شہادت کا وقت نہیں آیا۔ اللہ ان کو میدان جنگ سے زندہ سلامت لے آتا ہے اپنے گھر، لیکن وہ انتظار میں ہیں "وما بدلوا تبدیلا" انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

یہ ہے نمونہ ہمارے لیے اگر اس وقت ہم سے پوچھا جائے میری تمام نااہلیتوں، بے عملی، تمام

کمزوریوں اور گناہوں کے باوجود مجھ سے پوچھا جائے کہ اس وقت مسلمانوں کو ایک منشور اور ایک عہد نامہ چاہیے اور ایک ایسا دستور العمل جو ان کے سامنے رہے، آپ لکھ کر دے دیجئے، میں لکھ کر دوں گا۔ "من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ، فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا"۔ نظام تعلیم بدل جائے لیکن ہم اپنے بچوں کو دینی تعلیم دیں گے ان کو روزگار ملے نہ ملے، وہ فاقہ کریں اور جان پر بن آئے، دین کی وہ تعلیم دیں گے جس سے وہ کفر و شرک سے محفوظ رہیں اور جس سے ان کے اندر ہندو میتھالوجی کے عقائد نہ آنے پائیں۔ وہ تعلیم جو اسکولوں میں دی جارہی ہے وہ ہندو میتھالوجی کی تعلیم کھلے طریقے پر دی جارہی ہے۔ ہمارے دینی تعلیمی کونسل کی رپورٹوں میں اور مقالات میں وہ اقتباسات ہیں جن میں یہ ہے کہ سب دیوتا جمع ہوئے کہا گیا ہے کون بڑا دیوتا ہے تو کہا گیا جو زمین کا چکر اتنی دیر میں لگا کر آجائے، پورے عالم کا چکر لگا کر آجائے وہ بڑا دیوتا ہے، وہ اٹھے اور تمام عالم کا چکر لگا کر آگئے، کھلی بت پرستی کی تعلیم دی جارہی ہے۔

میں حاصل سفر سمجھوں گا کم از کم ٹونک کی حاضری کا اور قافلہ مسجد کا حق سمجھوں گا، اس کے در و دیوار، اس کے ستون، اس کے اجزاء اور اس کی فضا دعوت دے رہی ہے۔ اسی فضا نے اس آیت کو میرے دل میں ڈالا ہے، خدا شاہد ہے جب میں اپنی جگہ پر تھا، وہاں مجھے خیال بھی نہیں تھا قافلہ اور قافلہ والوں کی تاریخ اور ٹونک کی تاریخ یاد آئی، خدا کے بندے جن کی جان بچ گئی تھی وہ کسی بہشہ میں لگ جاتے، ملازمتوں میں لگ جاتے اور جو کچھ ہو رہا تھا وہ بھی اس میں شامل ہو جاتے، جس رخ کی ہوا تھی وہ بھی اس رخ پر چلنے لگتے۔ اڑنے لگتے، کیا ان کے لیے کسی محکمہ میں جگہ نہیں تھی اور وہ ملازم نہیں ہو سکتے تھے، ان میں ایسے ایسے انسان اور ایسے ایسے جینیس قسم کے لوگ صاحب عزم اور باسلیقہ لوگ تھے، جو بڑی سے بڑی سلطنت کے لیے باعث فخر ہو سکتے تھے، انھوں نے یہ عہد اللہ سے کیا تھا، اللہ کے ایک بندہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر جس کا نام سید احمد شہیدؒ ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ان پر۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر انھوں نے کہا تھا، ہم اسلام کے لیے جئیں گے، مریں گے۔ ہم اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہیں، انھوں نے گھر چھوڑا، اپنی جائدادیں چھوڑیں یہ سب اودھ کے رہنے والے، یہ لکھنؤ کے اطراف کے رہنے والے، رائے بریلی کے اطراف کے رہنے والے اور پھر یہ مراد آباد اور رامپور دہلی کے رہنے والے، اور معلوم نہیں کہاں کہاں کے، یہ سب وہاں گئے، اور وہاں سے ایک بھی آدمی جو خاص کسی سبب سے واپس آئے، جن کو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھیجا، مولانا کرامت علی جونپوری کو بھیجا کہ آپ تبلیغ کریں، اور کبھی مولانا محمد علی صاحب واعظ رامپوری کو بھیجا کہ آپ حیدرآباد میں ہدایت کا کام کریں۔ کچھ تبلیغ کریں، ایک بھی آدمی جان کے خطرہ سے شہادت کے خوف سے واپس نہیں آیا۔

اصل میں اسلام کیا ہے؟ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ صرف مسلمان کا نام رکھ دیا، یا اسلام کا طرز معاشرت اختیار کر لیا، صرف یہ اسلام نہیں، بلکہ اسلام ایک عہد ہے کہ اے حاضر و ناظر، اے علام الغیوب، اے خلاق دو جہاں تو شاہد رہ گواہ رہ کہ ہم شریعت کو ترجیح دیں گے طبیعت پر، ہم شریعت کو ترجیح دیں گے رسم و رواج پر، ہم شریعت کو ترجیح دیں گے منافع پر، شریعت کے احکام کو پہلے پوچھیں گے دیکھیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔

آج بچوں کی تعلیم میں کیا ہو رہا ہے، بچوں کو اس خیال سے کہ اچھی جگہ پائیں، اچھی ملازمت ملے، ان کو حوالہ کر دیا گیا سیکولر سرکاری تعلیم کے جہاں وہ ایک لفظ توحید کے نہیں سنتے، خدا کی صفات کا مجمل کا ایک لفظ ان کے کان میں نہیں پڑتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب رب العالمین ہیں ان کی سوانح و سیرت سے بالکل ناواقف، اردو رسم الخط سے ناواقف، ایک نہیں۔ عام مثالیں آپ دیکھ لیجئے، لوگوں نے بتایا کہ بڑی یونیورسٹی میں (جس کا نام لینا مناسب نہیں سمجھتا) نرہ ۶۰ نرہ، طلبہ اردو سے ناواقف ہیں وہ اپنے والدین کو ہندی میں خط لکھتے ہیں، اس کا تو ہمیں تجربہ ہوا کہ ہمیں ایک زمانہ میں کچھ معذوری تھی خود لکھنے کی بجائے ہم نے کہا کہ بھائی صاحب ایک مضمون ہے میں بولتا ہوں آپ لکھ لیجئے، میں بڑا مطمئن تھا، بعد میں اس کے ہاتھ سے لے کر دیکھا تو ہندی میں اس نے کہا کہ ہم ہندی ہی میں لکھ سکتے ہیں، اسکولوں میں تو عام طور سے یہ بات ہے، تو میں آپ کو ڈراتا ہوں کہ یہ وہ راستہ ہے جو اس عہد کے خلاف ہے، اس کی اس تعریف کے بالکل متضاد ہے، اللہ تعالیٰ نے ان چند اولوالعزم اور اعلیٰ طبقہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مسلمانوں کی پہلی نسل کے برگزیدہ حضرات کے متعلق کہا ہے، لیکن یہ الفاظ قیامت تک کے لیے ہیں، "من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ"۔ اہل ایمان وہ شیر مرد لوگ ہیں، جنھوں نے سچ کر دکھایا جس کا عہد کیا تھا یہی ہمارے لیے خدا کا حکم ہے۔ یہی ہمارے لیے منشور ہے کہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھ کر ایک عہد کیا ہے، ہم اللہ اور رسول کی طرف نسبت رکھنے والی چیز کو اور ان کی طرف سے آئی ہوئی چیز کو چاہے وہ اعتقادات سے تعلق رکھتی ہو، خواہ عبادات سے تعلق رکھتی ہو، خواہ رسم و رواج سے تعلق رکھتی ہو، اقتصادیات سے تعلق رکھتی ہو، سیاسیات سے تعلق رکھتی ہو،

چاہے وہ افکار و فلسفوں سے تعلق رکھتی ہو، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے آئی ہوئی چیز کو ہر حال میں اس کو ترجیح دیں گے، چاہے اس میں ہماری جان چلی جائے، چاہے ہماری اولاد خطرہ میں پڑ جائے یہ کیا کھائے گی فاقہ کرے گی، آج بہت سے لوگ مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ اگر انھوں نے یہ تعلیم نہیں دی، اگر ان کو اسکول نہیں بھیجا انھوں نے ہندی نہیں پڑھی اور پھر انھوں نے اپنی تعلیم آگے جاری نہیں رکھی تو یہ فاقہ کریں گے، کھانے کو نہیں ملے گا اور ترسیں گے ایک ایک لقمہ کو، آپ ان کے حق میں خودکشی، نسل کشی کر رہے ہیں، آپ اپنے ان بچوں کو گویا فنا کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔

ہم ان باتوں کو نہیں جانتے۔ اسلام ایک عہد ہے، ہم نے عہد کیا ہے، وہ عہد یہ ہے، اللہ اور رسول کی بات کو اللہ اور رسول کی طرف سے آئی ہوئی بات کو، اللہ اور رسول سے مانگی اور مطالبہ کی ہوئی بات کو ترجیح دیں گے تمام حقیقی، یقینی اور متخیلہ اور ممکن الوقوع تمام خطرات پر اور نقصانات پر، بس آپ یاد رکھیں یہ اسلام ہے، اسلام وہ ہے جو اللہ اور رسول کی طرف سے آیا۔ اس کا تعلق عقائد سے بھی ہے، معاملات سے بھی ہے، عبادات سے بھی ہے، رسم و رواج سے بھی ہے، شادی بیاہ کی رسموں سے بھی ہے، اور وراثت کے قانون سے بھی ہے، میاں بیوی کے تعلقات سے بھی ہے، اور اپنے پڑوسی کے تعلقات سے بھی ہے۔

زندگی ایسی بدل جائے، میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے آپ سمجھیں گے زندگی کیسی بدلتی ہے، جو یہاں کی تاریخ سے تعلق رکھتی ہے یہ چیز کہ جب پشاور فتح ہوا، مجاہدین نے پشاور فتح کیا، حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں، کئی ہفتے گذر گئے، وہاں کے ایک پٹھان نے ایک ہندوستانی (غالباً یوپی یا اودھ کے ہوں گے) کا ہاتھ پکڑا اور کہا میاں صاحب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، بتائیے گا؟ انھوں نے کہا پوچھئے۔ ہندوستان کے لوگوں، ہندوستانی نسل کی اس کی دور کی نظر کمزور ہوتی ہے کیا؟ دور کی نہیں دیکھ سکتے ہیں کیا؟ کہا خوب دیکھتے ہیں، کہا کہ نہیں نہیں آپ صاف صاف بتائیے ہو سکتا ہے کہ آپ مستثنا ہوں لیکن میرا خیال ہے ہندوستانی نسل کا..... جسم وغیرہ تو ٹھیک ہوتا ہے لیکن دور کی نظر کمزور ہوتی ہے، انھوں نے کہا آپ بتائیے کہ آپ پوچھ کیوں رہے ہیں، اس کی ضرورت کیا پیش آئی، کہا کہ میں اس لیے پوچھتا ہوں کہ میں دیکھتا ہوں آپ میں سے بعض لوگ چار برس سے اپنا گھر چھوڑ کر یہاں آئے ہیں، پانچ برس گذر گئے ہیں اور جوان ہیں، بیوی بچوں کو آپ چھوڑ آئے ہیں ہندوستان میں ہم نے آپ میں سے کسی بھائی کو نا محرم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا، یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ایک ہوں، دو ہوں۔ سب کے سب کی حالت یہ ہے کہ جوان ہیں تندرست ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر طاقتور ہوتے ہیں۔ فوجی لوگ ہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان ہیں اور خون ہے ان کے جسم میں اور ہر طرح سے صحیح الاعضاء ہیں، اور پھر ہم دیکھتے ہیں ایک شخص بھی کسی غیر محرم کی طرف نہیں دیکھتا پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ جو پٹھانوں کا ملک ہے، اس میں حسن و جمال بھی ہے، اس میں صحت و تندرستی بھی ہوتی ہے، کسی کو بھی تو دیکھا ہوتا کہ وہ نامحرم اور غیر عورت کو دیکھ رہا ہے۔ اس کی نیت تو نہ ہو لیکن دیکھ ہی کر تسکین حاصل کر لے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ سیکڑوں کی تعداد میں فوجی ہیں اور سب کے سب ایسے محتاط ہیں کہ کوئی غیر محرم کو دیکھتا نہیں اس کی وجہ ہے کہ اللہ قرآن شریف میں فرمانا ہے۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم" اہل ایمان سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور یہ ہمارے امام کی تربیت کا نتیجہ ہے۔

حضرات! اگر یہ ہم مسلمانوں کی حالت ہوتی مسلمان اس اخلاقی معیار پر ہوتے، اور ہماری یہ امتیازی شان ہوتی تو ہندوستان کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا، یعنی اگر یہ معلوم ہوتا۔ یہ بات میں نے ابھی نیویارک گیا تھا۔ نیویارک میں مسلمانوں سے خطاب کرنے کا موقع ملا ایک اجتماع میں۔ ان سے بھی کہا کہ یہاں کی آبادی کو محسوس کرائیں کہ آپ کوئی اور مخلوق ہیں، اس معنی میں نہیں کہ آپ انگریزی نہیں جانتے ہیں یا ہندوستانی ہیں اردو اور ہندی جانتے ہیں، اس معنی میں نہیں، اپنے اخلاق سے یہ ثابت کریں، اپنی زندگی سے ثابت کریں کہ آپ کوئی اور دوسری ہستی، دوسری طاقت اور قانون کو ماننے والے ہیں، آپ لذت کے پرستار نہیں، آپ مزے کے بندے نہیں، آپ کے یہاں فیصلہ کرنے کا معیار یہ نہیں ہے کہ یہ چیز لذیذ ہے یا غیر لذیذ ہے یا مفید ہے یا غیر مفید، یہ چیز کمتی ہے یا کم قیمت میں ہے، اس سے زیادہ تنخواہ ملے گی یا اس سے کم تنخواہ ملے گی، آپ کے نزدیک فیصلہ کن چیز ایمان ہونا چاہیے میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کو مسلمانوں کی سی زندگی گذارنی ہے، صاف نظر آرہا ہے کہ مسلمان جا رہے ہیں، مسلمانوں کا لباس بھی ابھی تک بہت جگہ وہی چل رہا ہے جو تھا۔ لیکن اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں اگر ذہن یہی رہا جس میں نفع ہو وہ کام کیا جائے تو لباس کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ اور لباس کیا یہ تو بہت معمولی چیز ہے، جب ایمانیات اور اعتقادات میں فرق آجائے زمانہ کا لحاظ کر کے اور زمانہ کے تقاضہ کے مطابق تو لباس کیا چیز ہے لباس تو اگر بالکل غیر شرعی نہیں تو جائز ہے بالکل اس کو پہن سکتے ہیں۔ لیکن اصل چیز یہ ہے کہ رجال صدقوا

عاھدوا اللہ علیہ" وہ شیر مرد ہوں جو سچ کر دکھائیں جو انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، آپ نے اللہ سے عہد کیا ہے، کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھا ہے، اب بالکل آپ کا راستہ ایک دوسرا ہے، یہاں تک کہ طرز زندگی میں، اخلاقیات میں، تجارت میں سیاست میں، سب میں آپ کا الگ طریقہ ہے یہ حلال یا حرام ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز ہے، یہ ثواب کا کام ہے یہ گناہ کا کام ہے، ہماری زندگی کی ایک ممتاز کھلی ہوئی ایک نشانی ہونی چاہیے، اس طرف نگاہیں اٹھیں معلوم ہو تحقیق کرنے پر، مطالعہ کرنے پر یہ لوگ کن باتوں پر یقین رکھتے ہیں، ان کا مذہب کیا ہے، ان کو تربیت کہاں سے ملی ہے اور یہ تعلیم ان کو کس نے دی ہے ؟۔

یہ ہماری حالت اگر ہندوستان میں ہوتی تو آج مسلمانوں کی حالت ہی کچھ دوسری ہوتی، جیسا کہ معلوم ہے مصر پورا کا پورا، عراق پورا کا پورا، اور ایران پورا کا پورا مسلمان ہوگیا، رسم الخط بدل گئے، افکار بدل گئے، زندگی کے معیار بدل گئے، رہن سہن کا طریقہ بدل گیا، لیکن ہم نے ہندوستان میں اس کا ثبوت نہیں دیا مگر الا ماشاء اللہ جیسے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت تھی، حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت تھی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ تھا، بزرگان دین خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان آئے، اصل فاتح ہندوستان کے معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ابو الفضل تک نے لکھا ہے جو اکبر کا بڑا معتمد علیہ اور دین کے معاملہ میں بڑا آزاد خیال تھا، کہ آج جو مسجدوں میں اذانیں ہو رہی ہیں یہ سب خواجہ معین الدین چشتی کا فیض ہے، انھوں نے ہندوستان کا دل جیت لیا، میں نے اپنے ایک خطبہ میں کہا تھا کہ سلاطین نے ہندوستان کی زمین فتح کی، اور انھوں نے دل فتح کیا اور اس قوم کا دل جیت لیا اپنے اخلاق سے اپنی روحانیت سے۔

میں زیادہ طول دینا نہیں چاہتا، رات کا وقت ہے، آپ دور دور سے آئے ہوں گے، اس کا اثر پڑتا ہے نمازوں پر، یہی بات سمجھ لیں کہ یہ اسلام ایک عہد نامہ ہے، یاد رکھیں اور تعریف ان کی کی گئی جنھوں نے اس عہد نامہ پر پورا پورا عمل کیا، اور دکھا دیا اور ثابت کر دیا کہ ہم ایمان کے پکے ہیں، اور سچے ہیں ہم نے اللہ کے ساتھ جو عہد کیا ہے، ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈریں گے، اس کے سوا ہم کسی کے ہاتھ بکیں گے نہیں، "إن اللہ اشتری من المؤمنین أنفسھم وأموالھم" اللہ خرید چکا ہے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور مال۔ سودا دو دو مرتبہ نہیں ہوتا سودا ہوگیا۔ اب ہمارا سودا ہوگیا اللہ کے ہاتھ۔ اللہ نے ہم سے ہماری جانیں خریدی ہمارے مال خریدے، ہمارا دل و دماغ خریدا، اب اس کے بعد ہم کسی تغیر و انقلاب کے خواہ وہ سیاسی انقلاب ہو، خواہ وہ سیاسی ثقافت ہو خواہ کوئی چیز ہو ہم کسی حادثہ کسی تغیر یا خطرہ کی وجہ سے ہم اپنے طرز زندگی کو نہیں بدلیں گے، اور اپنے عہد کو نہیں چھوڑیں گے۔

یہی پیغام تھا یہاں قافلہ میں آنے والوں کا جس کا نام قافلہ رکھا گیا۔ گویا وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ دنیا قافلہ ہی کی جگہ ہے، قافلہ یہ محلہ نہیں ہے بلکہ ساری دنیا قافلہ ہے، ہم سب مسافر ہیں۔ آگر ٹھہرا اور کل چلا جائے گا۔ کس کا کل کب آتا ہے، لیکن سب کو جانا ہے، اسی کو نہیں، ساری دنیا کو قافلہ سمجھ لیجئے، ہم سب قافلہ کے رہنے والے ہیں، اپنی منزل پر نظر رکھنی چاہیے اور کسی چیز پر نظر نہیں رکھنی چاہیے، مقصد صرف ایک ہے رضائے الٰہی اور اللہ کی خوشنودی، دستاویز اور "صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ" انھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا سچ کر دکھایا۔

(بقیہ)

حضرت محمد بن سیرین رح

تو وہ اپنے برادر زادہ کے ہمراہ گورنر کی مجلس میں داخل ہوئے۔ گورنر نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا اور ان کو اعزاز کے ساتھ بلند جگہ پر بٹھایا اور دین و دنیا کے بارے میں ان سے بہت سے سوالات کیے پھر کہا کہ اے ابوبکر! آپ نے اپنے شہر والوں کو کس حال میں چھوڑا؟ جواب دیا، وہ سب کے سب ظلم کے شکار ہیں اور آپ ان سے قطعی طور پر غافل اور لاپروا ہیں، ان کے برادر زادہ نے انھیں کہنی ماری تو ان کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ تم سے ان کے بارے میں سوال نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ مجھ سے پوچھا جا رہا ہے، اور یہ ایک شہادت ہے، اور خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ومن یکتمھا فانہ آثم قلبہ" اور جو شخص اسے چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے، مجلس ختم ہونے کے بعد عمر بن ہبیرہ نے اسی احترام و گرم جوشی سے رخصت کیا، اور ان کی خدمت میں تین ہزار دینار کی ایک تھیلی بھیجی مگر انھوں نے اسے قبول نہیں کیا، تو ان کے برادر زادے نے ان سے کہا کہ امیر کے ہدیہ کے قبول کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ فرمایا کہ مجھ سے خوش گمانی اور خیر کی توقع کر کے یہ رقم بھجوائی ہے، اگر میں اس کے خیال کے مطابق اہل خیر میں سے ہوں تو میرے لیے اس کا قبول کرنا مناسب نہیں ہے اور اگر میں اس کے خیال کے مطابق نہیں ہوں تو پھر مجھے بدرجۂ اولیٰ اسے قبول نہیں کرنا چاہیے۔

یہ بہت ہے کہ لفظوں کے بجائے زندگی بولے

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی۔ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
ترجمہ۔ محمد احسان متعلم۔ تخصص دوم

اسلامی کاز کے ڈو وسیع میدان ہیں اول ان تمام چیزوں کی تبلیغ جن سے لوگوں کا واقف ہونا ضروری ہے ثانی بدعنوانی اور انحراف کی صورتحال کو ممکنہ وسائل کے ذریعہ عدل و انصاف خیر خواہی و استقامت میں تبدیل کرنے کی مخلصانہ جدوجہد، بسا اوقات یہ دونوں میدان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر باہم مل جاتے ہیں اور کبھی جدا جدا لیکن بقدر ضرورت ہر میدان کا حق ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اس کیفیت کے ساتھ جس کو اسلام کو مشروع و مستحسن اور بندوں کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے لوگوں کے لئے جائز گردانا ہے، حالانکہ ہر میدان کو اس کا حق دینے اور ہر ایک کو اس کے صحیح مقام پر استعمال کرنے میں اکثر کوتاہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسلام کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں غلط تصویر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ کے مطابق حقوق کی ادائیگی میں نقص اور خلل پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ ہر مسلمان کہتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی شریعت اسلامی کے مطابق ہو جائے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے ذہن میں یہ عظیم مقصد موجزن ہے لیکن اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے جو کوششیں جاری ہیں بسا اوقات وہ اس عمل کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتیں بلکہ صراط مستقیم سے ہٹی ہوئی نظر آتی ہیں اس لئے کہ اس عمل کا اصل مقصد لوگوں کے پاس حق کا پیغام پہونچا کر ان کو مطمئن کرنے کی بھرپور کوشش کرنا اور ان کے نظریات کو درست کرنا اور اسلام کے حق میں خوشگوار فضا ہموار کرنا ہے۔

افسوس ہے کہ ہمیں اس میدان میں ایک بہت بڑا خلا نظر آتا ہے اور جب اس میدان میں بے اعتنائی سے کام لیا جاتا ہے تو پھر بیشتر حالات میں ساری کوششیں کھوکھلا نعرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ شور و شغب اور نعرہ بازیوں کا بھی دل و دماغ پر ایک تاثر ہوتا ہے لیکن محض نعروں کے ذریعہ سیل رواں مخالف کو روکا نہیں جا سکتا بلکہ اسلام کی حقیقت کو واضح اور زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں اس کی صلاحیت و لیاقت پر اطمینان کامل ہی کے ذریعہ اس سیل رواں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے لیکن اطمینان پیدا کرنے کی یہ صلاحیت ذہنوں اور عقلوں تک پہنچانے والے راستے اور تعلیم و تربیت کے حکیمانہ و دانشمندانہ طریقے اپنا کر ہی حاصل ہو سکتی ہے یہ انتہائی افسوسناک بات ہے کہ مسلمان عام طور پر اس میدان میں پیچھے رہ گئے بلکہ مسلمان ان دونوں میدانوں میں کسی اہم اقدام سے غافل ہیں جب تک زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ہماری اسلامی غیرت و حمیت اور اسلامی حقانیت پر ہمارے اعتقاد کے باوجود — صرف زبردست مظاہروں و جذباتی سرگرمیوں اور غیر منصوبہ بند کوششوں پر انحصار ہے اس وقت تک ہماری کامیابی محدود اور غیر معیاری انداز میں اپنوں سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور ایسی صورت میں اسلام کی افادیت سمٹ کر رہ جائے گی اور بیشتر حالات میں خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے کہ اپنوں کی ہمنوائی تو حاصل ہی ہے ان کی طرف سے ہمارے خلاف کوئی یلغار نہیں۔ حملے تو غیروں کی طرف سے ہیں لہٰذا ہمیں غور اس بات پر کرنا ہوگا کہ ہم نے ان کے مقابلے کیلئے کس قدر تیاری کی ہے، کیا ہم نے ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کا کوئی مناسب اقدام کیا ہے جو اسلام کے متعلق ان کے ذہنوں میں جڑ پکڑ چکی ہیں؟ کیا ہم نے اپنے سے قریب کرنے میں ان کی نفسیاتی الجھنوں کو دور کیا ہے؟ کیا ہم نے ان کے سامنے اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے اخلاق کریمانہ کا کوئی اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے؟۔

جب ہم اس میدان میں اپنی کوششوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمارا عمل تقریباً صفر نظر آتا ہے اس حقیقت سے واقفیت کے لئے ہمیں بہت دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ جب ہم کسی بھی ملک میں جا کر وہاں کسی پبلک لائبریری یا بک اسٹال کا جائزہ لیتے ہیں تو وہاں ہمیں اسلام کے متعلق کوئی قیمتی ذخیرہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ البتہ پورا کتب خانہ ایسے لٹریچر سے بھرا ہوا نظر آتا ہے جو اسلام کو بگاڑنے اور قاری کو اسلام سے متنفر کرنے میں ایک کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔

دشمنان اسلام کا تو شکوہ ہی کیا وہ تو پیشہ خامہ فرسائی میں آزاد ہیں۔ البتہ ذرا خود مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیجئے کیا ان کی طرف سے ایسی کتابیں وجود میں آتی ہیں جن سے اسلام کی ایسی تصویر سامنے آتی ہو جس سے اسلام کے بارے میں یہ تصور پیدا ہو کہ وہ ایک صاف ستھرا تعمیری مذہب ہے جو انسانیت کو تباہی سے بچانے میں اپنا ایک نمایاں کردار رکھتا ہے یہ خلا کیوں ہے؟ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ صلحاء امت دوسری زبانوں

سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے؟ یا معمولی اور سطحی زبان جانتے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں اس لئے کہ مسلمانوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو دوسری زبانوں میں ماہر ہیں بلکہ بعض ادباء اہل زبان کی طرح دوسری زبانوں میں لکھنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں آخر ان حضرات کی کوششیں کس میدان میں صرف ہو رہی ہیں ایسی مؤثر زبان و اسلوب میں اپنی نگارشات و تحقیقات کیوں نہیں پیش کرتے جس سے اسلام سے متعلق غیروں کی غلط فہمیاں دور ہوں اور اسلام کے بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بدل جائے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق لکھی گئی اکثر کتابیں ان مستشرقین کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں جن کے ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید ردعمل پایا جاتا ہے یا مغربی اہل دانش کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے مسلم مصنفین کے افکار کا ثمرہ ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی حقیقت سے بالکل ناآشنا ہیں۔ ان لوگوں کا الزام ہے کہ اسلام زور و زبردستی اور جبر و اکراہ سے پھیلا ہے جس کا اصل مقصد اقتصادی اور قومی مہم جوئی تھا۔ اگر وہ مسلمانوں کے اخلاق کی ترجمانی بھی کرتے ہیں تو ان کو قبائلی خودستائی اور جنسی خواہشات کی تسکین کی فکر و جستجو میں سرگرداں ہونے کا شاخسانہ بتاتے ہیں۔ پوری دنیا میں ہمارے دشمنوں اور حریفوں کی نظر میں مسلمانوں کے اخلاق کے یہی معنی ہیں دشمنانِ اسلام کے ادباء و مفکرین نے انھیں پہلوؤں کو موضوع سخن بنایا ہے۔ اور ان اختراعی پہلوؤں کو انھوں نے اپنی ادبی تصنیفات اور اجتماعی و انسانی علوم کے کتابوں میں درج کیا ہے یہی کتابیں یونیورسٹیوں کالجوں اور مدارس میں داخل نصاب ہیں۔ یہی کتابیں محققین کا مرجع ہیں، ایک محقق ریسرچ اسکالر اور اکثر مقامات پر فرزندان اسلام کا اعتماد بھی انھیں تصنیفات پر ہے اور ہم عرصۂ دراز تک ان تمام چیزوں سے غافل و ناواقف خواب خرگوش میں مبتلا رہے یہاں تک کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا اور موقع ہاتھ سے جاتا رہا اور جب خواب غفلت سے بیدار ہوئے تو اپنے حریفوں اور دشمنوں کے خلاف طعنہ زنی و دشنام میں مبتلا ہو گئے۔ ہمارے اس طرز سے دشمن کے غیظ و غضب کی آگ اور بھڑک اٹھی، اس کی نفرت بڑھ گئی اور ان سرگرمیوں کو دیکھ کر دشمنوں نے حمیت اسلامی کی طاقت کو توڑ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

عہداول میں مسلمان عرب شمع ہدایت تھے کسی بھی غرض سے وہ کہیں جاتے تو وہاں کے لوگوں کے اخلاق پر ان کے اخلاق کا گہرا اثر پڑتا ان کو دیکھ کر لوگوں کے ذہن بدل جاتے ملک کو فتح کرنے سے پہلے وہاں کے باشندوں کے دلوں کو جیت لینا ان کا امتیاز تھا، جس کو بھی ان سے ملاقات یا ان کے ساتھ رہنے کا موقع مل جاتا وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ جب وہ مشرق بعید پہونچے تو وہاں کے لوگ ان کے کردار کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور ملک فتح کرنے کے لئے انکو کسی قسم کے اسلحہ کی ضرورت پیش نہیں آئی ملیشیا انڈونیشیا، چین کے علاقے اور ہندوستان کے ساحلی علاقوں کی تاریخ میں کہیں اس بات کا تذکرہ نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے ان کے ساتھ جہاد و قتال کر کے تلوار کے حملہ سے ان کو اسلام میں داخل کیا ہو بلکہ ان کے کردار کی پختگی اور شیریں گفتاری نے یہاں کے لوگوں کے دل موہ لئے اور وہ برضا و رغبت اسلام کی گود میں داخل ہو گئے۔

آج مسلمانوں کی زندگی کی جو تصویر غیروں کے سامنے آرہی ہے اس سے تو مسلمانوں سے نفرت اور اسلام بیزاری میں اضافہ ہو رہا ہے ان کی ذہنی الجھنیں اسلام کے تعلق سے بڑھ رہی ہیں مزید برآں غیر مسلم ممالک میں اسلام کا صحیح نظریہ رکھنے والے اور علم و ادب کے ایسے ماہر ہنر ناپید ہیں جو اپنی..... مومنانہ خصوصیات و صفات سے ان کے ذہنوں کا رُخ بدل سکیں رجحانات و نظریات کی اصلاح کے لئے تعلیم و تبلیغ کے جدید طریقے اختیار کریں، تحقیقی مضامین تیار کریں اور ایسے ادب کو جنم دیں جس سے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ایک صحیح اور سنجیدہ تصور قائم ہو سکے اس کام کیلئے ہمیں انھیں کی زبان استعمال کرنی ہوگی جو ہمارے مخاطب ہیں۔

اسلام کے حامیوں اور حریفوں، اسلامی بیداری کو فروغ دینے والوں اور صیہونی اور نصرانی طاقتوں کے حاشیہ برداروں کے درمیان مشرق و مغرب میں جو خونریز معرکہ آرائی قائم ہے اس کا مقابلہ پوری ثبات قدمی کے ساتھ لازم ہے، اس سلسلہ میں ہرگز کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ غلبہ کے حصول کے لئے جان توڑ کوشش ضرور کرنا چاہیئے لیکن یہ پورا ایک محاذ ہے اس کے ساتھ ان محاذوں پر بھی کام کرنا ضروری ہے جن کو ہم نے پس پشت ڈال دیا ہے اور آج تک ان سے غافل ہیں۔ دعوت و تبلیغ، اعلیٰ اخلاق اور حکمت و موعظت کے میدانوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔ تاکہ اللہ رب العزت کے فرمان کی اتباع پورے طور پر ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن (نحل ۱۲۵)

"آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے"۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ وان

أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله ثم أبلغه مأمنه ذلك بأنهم قوم لا يعلمون (توبہ۔ ۶) اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اسکو پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الٰہی سن لے پھر اسکو اسکی امن کی جگہ پہونچا دیجئے (حکم) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو پوری خبر نہیں رکھتے"۔

؎ آگے بڑھنا ہے تو پھر سوچ لو راہیں اپنی
زندگی آج نئے موڑ پہ آ ہو بھی ہے۔

مذہب بیزاری سامراجی عہد کا ورثہ ہے

مولانا واضح رشید ندوی
ترجمہ۔ مقبول احمد ندوی

انسانی دنیا پر یورپ کی فکری بالادستی اور سیاسی اقتدار کے عہد سے یورپ کا نظام تعلیم و تربیت پھیلا ہوا ہے، فکر و ادب، سیاست و اقتصادیات کے میدان میں مغربی افکار و نظریات کا غلبہ ہے، مسلمانوں کی متعدد نسلوں نے مغربی دانشگاہوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی جس کی وجہ سے عالم اسلام میں مختلف قسم کے مذاہب فکر، مکاتب خیال اور میلانات و رجحانات پیدا ہوئے جن کا سرچشمہ مغربی تصورات اور افکار و نظریات تھے ان افکار و نظریات میں بعض وہ ہیں جو اصل اسلامی مسلمات اور تعلیمات سے ماخوذ ہیں اور اب وہ مروجہ طرز فکر کا اس طرح حصہ بن گئے ہیں کہ اصل اور نقل کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو گیا ہے، بعض افکار مغرب کی زندگی، اور ان کی علمی تحقیق اور سیاسی مصالح و تقاضوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس عہد میں بعض تعبیرات و اصطلاحات اور الفاظ و محاورات عوام ان اس کی زبان زد ہو کر ان کی زبان کا حصہ بن گئے، اسلامی معاشرہ کی عام زندگی میں مغرب سے تعلق کے نتیجے میں بعض ایسے تصورات اور رجحانات پیدا ہوئے جو اسلامی تصور کے خلاف ہیں، جیسے انفرادی زندگی، اجتماعی زندگی کے مقابلے میں اور موقع پرستی و خود غرضی، ایثار و قربانی کے مقابلے میں، مال و دولت کی حرص و ہوس، خودداری و قناعت کے مقابلے میں، اعلیٰ طرز زندگی اور معیاری انداز معیشت، غیر ضروری سامان، عیش و عشرت کی چاہت و محبت معمول اور معتدل زندگی کے مقابلہ میں یہ صورتحال محض مغربی تہذیب و تمدن اور الحادی و مادی طرز فکر کی پرورش و آویزش کا نتیجہ تھی۔

عالم اسلام پر مغربی تہذیب و تمدن کے فکری عقلی و نفسیاتی اور ذہنی اعتبار سے گہرے اثرات مرتب ہوئے، اس کی وجہ سے عالم اسلام کے طرز فکر اور بعض ان امور کے متعلق نقطۂ نظر میں کافی تبدیلی واقع ہوئی جن کا زندگی دستور زندگی اور انسانی سلوک و کردار، عقیدہ و دین، نظام حکومت اور اخلاق و اقدار سے گہرا رشتہ ہے۔

مغربی افکار کے براہ راست اثر انداز ہونے کا یہی نتیجہ تھا کہ دین و اخلاق کے بارے میں سلبی موقف اختیار کیا گیا، یورپ کو چونکہ کلیسائی اقتدار کے سخت گیر ٹھیکیداروں کا بہت تلخ تجربہ تھا۔ نیز وہ دیندار طبقے اور علم و ادب، آزاد تحقیق (FREE INQUIRY) اور آزاد تحقیق و مطالعہ کے علمبرداروں کے درمیان شدید کشمکش کا مشاہدہ بھی کر چکا تھا، یورپ نے ہزار سال کے عہد میں پھیلا ہوا جو تلخ تجربہ کیا تھا اس میں دینی نقطۂ نظر کے حامل بنیاد پرست، رجعت پسند عناصر آزادانہ تحقیق و نظر اور آزادانہ بحث و مطالعہ کی راہ میں حائل تھے، وہ زمینداروں، جاگیرداروں اور ظالم و جابر حکمرانوں کی پشت پناہی کرتے تھے۔ یورپ ایک طویل عرصہ تک ان جاگیرداروں اور ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں علماء دین کی چیرہ دستیوں اور جبر و تشدد کا شکار رہا جس کی وجہ سے آزادانہ تحقیق و مطالعہ اور آزادی خیال کے حامیوں کے ذہن و دماغ میں دین اور دین کے حامل عناصر کے بارے میں نہایت گھناؤنا اور غلط تصور بیٹھ گیا۔

لیکن اسلام کا دامن اس طرح کی افراط و تفریط سے پاک ہے اس نے کبھی بھی علم و ادب اور فکر و فن کی راہ میں روڑے نہیں ڈالے، بلکہ اسلام تو علوم و معارف میں توسیع و ترقی کا داعی ہے، علماء اسلام نے علم و فن کے مختلف شعبوں میں یک رنگی اور وحدت پیدا کی ہے، انہیں کے درمیان سے فلاسفہ اور اطباء اٹھے، انھیں کے درمیان سے ریاضیات و انجینئرنگ کے ماہرین بھی اٹھے۔ اور انھیں کے صف سے میدان سیاست کے شہسوار بھی اٹھے اور علوم نقلیہ کے ترکتاز اور باکمال بھی انھیں کے درمیان نظر آئے۔

یہ علماء و محققین انھیں قدیم مدارس کے پروردہ تھے جن سے شریعت کے ماہرین پیدا ہوئے، اور ان میں بعض اہل کمال دونوں علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال رکھتے تھے، انہیں بعض ایسے باکمال علماء تھے، جو ایک وقت میں ادیب، شاعر اچھے نثر نگار، فن میں باکمال اور فلسفہ، طب، ہندسہ حتیٰ کہ موسیقی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے، فلسفی محدث، لغوی، فقیہہ اور ادیب تھے۔ اسلام نے علم کے تئیں کسی طرح کا کوئی امتیاز یا منفی رویہ نہیں برتا، اس نے غور و فکر، بحث و نظر اور تحقیق و تدبر کا دائرہ محدود نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کے دروازے پر پہرہ بٹھایا۔ بلکہ آزادانہ انداز فکر اور روشن اسلوب نظر، اور عقل کے جائز حدود میں رہکر اس کی تمام شروط کی رعایت کرتے ہوئے اسے استعمال کرنے کی اجازت دی، حرمت فکر کے تصور کے ساتھ اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اور اسلام میں اس بات کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

عقل کا دائرہ محدود ہے اور کسی نہ کسی مرحلہ

میں اس کو کچھ امور کو مسلمات اور ثوابت تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ عام زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ عقل محض کو کسی چیز کے قبول کرنے یا مسترد کرنے کی بنیاد بتانے کے پرجوش داعی اور مبلغ ہیں وہ خود اپنی عام زندگی میں ان ضوابط اور اصولوں کو منطبق نہیں کرتے۔

چنانچہ بہت سے ادباء، اہل قلم دین و اخلاق اور روایات و اقدار اور معتقدات و رجحانات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں مگر اس کے ساتھ زندگی کے دیگر شعبوں کا استثناء کرتے ہیں۔ وہ اپنے ملک کے وضعی قوانین و دستور اور سیاسی نظام کو تنقید کے کٹہرے میں کھڑا نہیں کرتے، اور نہ ہی اسے قبول کرنے یا مسترد کرنے میں عقل کو آڑے آنے دیتے ہیں اور نہ ہی اسمیں کسی طرح کے جرح و قدح کی اجازت دیتے ہیں۔ یہی لوگ احادیث نبویہ اور آیات قرآنیہ و نصوص شرعیہ نیز سلف صالحین محدثین و مفسرین کی تاویلات و تشریحات کو کھل کر تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور ان نصوص کی عقلی توجیہیں کرتے ہیں اور اگر ان کے فہم و ادراک سے متصادم ہو تو اسے بلا تردد رد کر دیتے ہیں۔

حالانکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسانی عقل و فہم کے درجات باہم متفاوت اور مختلف ہوتے ہیں، ماحول، حالات، تجربات اور معاشرتی مرتبے اور ذہنی کیفیات کے اعتبار سے بھی انسان کا عقلی ادراک مختلف اور متفاوت ہوتا ہے، اگر تمام معاملات کو صرف عقل انسانی پر ہی چھوڑ دیا جائے تو اس سے برآمد ہونیوالے نتائج بالکل مختلف ہوں گے، ہر زمانہ، ہر ماحول اور ہر سوسائٹی اور ہر طبقہ کا الگ ایک مستقل دین ہوگا۔ اور اسی عقلی رجحان کی وجہ سے بعض عقلیت پسندوں نے بہت سی احادیث نبویہ کا انکار کیا۔ اور بہت سے قرآنی الفاظ کی نہایت رکیک اور کمزور تاویلیں کیں نیز دیگر دینی اصطلاحات کی عقلی توجیہیں کیں جو سلف صالحین کی تاویلات و تشریحات سے بالکل جداگانہ اور متغائر تھیں۔

کلیسائی نظام اور علم و ادب کے درمیان کشمکش اور حکومت پر کلیسائی اقتدار کے چھا جانے نیز اسکے عہد اقتدار میں سائنسدانوں کی اذیت رسانی کی وجہ سے لادینیت نے جنم لیا۔ لادینیت کا پہلا نصب العین دین کے رول اور اس کے اثرات کی حد بندی کرنا ہے اور اسے ایک شخصی مسئلہ بنانا ہے جو چند عبادات اور دینی تقالید و رسوم کے علاوہ حکومت و سیاست اور اجتماعیت و معاشرت میں بالکل دخیل نہ ہو یا اس سے خود اپنے کو الگ کرنا ہے۔

یورپ کے اثر سے عالم اسلام کے بڑے حصے میں سیکولر حکومتیں قائم ہوگئیں اور انھیں کافی مقبولیت و قوت حاصل ہوئی اسی فلسفہ کی مدد سے یورپ دین کو نظام حکومت سے بے دخل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور بعض حکومتیں تو براہ راست دین اور اہل دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئیں، کیونکہ انھیں وہ سیکولرازم کا دشمن خیال کرتی تھیں، اسی فکر کے نتیجے میں بہت سے علماء اسلام اسلامی ملکوں میں ابتلا و آزمائش اور دار و رسن کے روح فرسا مرحلے سے گذرے یہ تکلیف دہ صورتحال تا ہنوز قائم ہے۔

مسلم ملکوں میں سرکاری سطح پر لادینیت اختیار کرنے سے عیسائیت اور غیر اسلامی اور غیر دینی نظریات و رجحانات کو فروغ حاصل ہوا۔ اور ایسے افکار و معتقدات کا رواج ہوا جو اسلامی فکر و روح سے متصادم تھے۔ اباحیت، الحاد، دہریت، نیچریت کا دور دورہ ہوا، ادباء اور اہل فن کھلے عام دین و اخلاق پر تنقید کرنے لگے اور اسے حریت فکر کا نام دیا لیکن یہی ناقدین حکومت پر تنقید کرنے کی جراءت نہ کر سکے، اسلام کے بارے میں غیر جانبدارانہ ہونے کی وجہ سے مسلم حکومتوں میں غیر مسلموں کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہوا اور مسلمانوں کی طاقت و قوت اکثریت میں ہونے کے باوجود کم ہوئی، بعض حکام کے سر پر سیکولرازم کا بھوت کچھ اس طرح سوار ہوا کہ وہ لفظ "اسلام" کے استعمال سے بھی گریز کرنے لگے، اور ہر اس تحریک کو انھوں نے کچلنے کی کوشش کی جو اس کے نام سے معرض وجود میں آئی اور رہی سہی کسر کو ملک کے دستور اساسی سے اسلام کا نام خارج کر کے پوری کر دی گئی۔

سیکولرازم کو آجکل دین و اخلاق اور دین کے علمبرداروں اور اس کے داعیوں کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے، دینی رجحانات و خیالات کے حامل افراد کو روزگار کے مواقع سے محروم اور اہم سرکاری عہدوں اور حساس مراکز خصوصاً ذرائع ابلاغ، تعلیم و تربیت اور تہذیب و ثقافت کے میدانوں سے دور کیا جا رہا ہے، اس سلسلے میں صرف انھیں افراد پر انحصار کیا جا رہا ہے جنھوں نے دینی تربیت و تعلیم سے بے گانہ حلقوں میں شعور کی آنکھ کھولی ہو۔ یا غیر اسلامی تعلیم و تربیت، غیر اسلامی ماحول میں ہوئی ہو یا اس کے بارے میں معاندانہ رویہ اپناتے ہوں۔

بعض ملکوں میں اسلام دشمن عناصر کے اثرات میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے جو کہ قوم و وطن کے لئے اپنے دل میں کوئی ہمدردانہ جذبہ نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی اس کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی تڑپ ہوتی ہے۔ ان کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ وہ مسلم اکثریت کے دینی رجحانات و نظریات کی سرکوبی کرنے اور انکے جذبات سے کھلواڑ کرنے سے باز نہیں آتے، مسلم ملکوں میں اسلامی شعائر اور مقامات مقدسہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور اگر کوئی غیرتمند مسلمان اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے تو اسے دہشت گردی رجعیت پرستی اصول پروری اور تشدد پسندی کا نام دیا جاتا ہے۔

(باقی ص ۲۳ پر)

زوال عیسائیت

ترجمہ: سید غلام محی الدین

جنسی بے راہ روی کی رسوائیوں نے اگر ایک طرف امریکہ کے کیتھولک چرچ کو ہلا کر رکھ دیا ہے تو دوسری طرف برطانوی کلیسا (CHURCH OF ENGLAND) کے اندرونی جھگڑوں نے اسے تماشا بنا دیا ہے۔ مذہبی اور دوسرے آپسی تنازعات نے کلیسا میں ایسی دراریں پیدا کر دی ہیں جن سے ۱۹۹۳ء میں برطانوی کلیسا بھی شاہی محلات کی طرح بدنام ہوگیا ہے۔

حال ہی کا واقعہ ہے جبکہ ڈرہم DURHAM کے آزاد خیال بشپ نے اپنے کرسمس کے پیغام سے ایک ایسی الجھن پیدا کر دی ہے جسے کرسمس کے موقعہ پر نصف شب کی دعائے ربانی بھی دور نہ کر سکے گی۔ بشپ ڈاکٹر ڈیوڈ جنکنس (Dr. DAVID JENKINS) نے اپنے پیغام کہ ولادت مسیح محض ایک قصہ ہے جسے روایت پسند لوگ بیان کرتے آرہے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے اس طرح کا ہر خیال قابل قبول ہو۔

ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں ڈاکٹر جنکنس نے یہ بھی کہا ہے کہ انجیل میں مذکور ایک ستارے کا تین مجوسیوں کو بیت لحم کا راستہ دکھانا اور اسی طرح کے دوسرے قصے دراصل علامتی حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے خیال میں حضرت مسیح کی پیدائش کنواری ماں کے ذریعہ نہیں ہوئی تھی۔ یہ تمام قصے کہانیاں دراصل پچھلی پیشین گوئیوں اور عہد نامہ عتیق کے افسانوں کی صدائے بازگشت ہیں جنھیں کلیسا کے اولین پیروؤں نے اپنے عقائد کا جز بنا لیا تھا۔

آرچ بشپ ڈاکٹر جارج کارے (Dr. GEORGE CAREY) نے ڈرہم کے بشپ ڈاکٹر جنکنس کی تنقید کرتے ہوئے اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ ستارہ بیت لحم اور تین مجوسیوں کے واقعہ کو افسانوی قرار دینے والا بیان بہت ناوقت دیا گیا ہے کیونکہ کرسمس کا جوش و خروش ان یادداشتوں کو زندہ کرنے کا وقت ہے جن کے ذریعہ ہمارے خداوند کا عجیب و غریب طریقہ سے انسانی شکل اختیار کرنا عیسائیوں میں اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ گویا کہ ڈاکٹر کارے کو بھی انجیل میں مذکورہ واقعہ کی افسانوی نوعیت قرار دینے سے زیادہ کرسمس کے موقع پر ایسے بیان کے دیئے جانے پر اعتراض ہے۔

پچھلے ہفتہ بشپ ڈاکٹر جنکنس نے انسان کے ازلی گنہگار ہونے اور مسیح کے دوبارہ دنیا میں نزول کے تصورات سے انکار کیا تھا۔ اس سے قبل وہ کافی عرصہ سے اس کا اعلان کرتے آرہے ہیں کہ کنواری ماں کے ذریعے مسیح کی پیدائش اور قبر سے ان کا دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا، دونوں ہی باتیں تاریخی اعتبار سے غلط ہیں۔ لیکن اکثر مبصرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے ڈاکٹر جنکنس نے جو کچھ کہا ہے نہ تو اس میں کوئی ندرت ہے اور نہ عیسائیت پر اس کا کوئی اثر ہونے والا ہے۔

آرچ بشپ ڈاکٹر جارج کارے کو مجبوراً افسانہ اور حقیقت یا عقل اور عقیدہ کی اس بحث میں حصہ لینا پڑا۔ اس سے قبل وہ ایک نیم مذہبی معاملہ یعنی اتوار کے دن خرید و فروخت کی افادیت یا جواز پر اظہار خیال کر چکے ہیں۔ ایوان حکومت شاہی محلات، عوام اور سماج کی تنقیدوں کے باعث برطانوی کلیسا گوناگوں قسم کے بحران کا شکار ہوتا رہا ہے۔ حکومت چاہتی ہے کہ کلیسا عوام کے ذہن میں حشر و نشر اور آخرت میں سزا کے تصور کو پھر سے بحال کرے تاکہ پولیس کی تنظیم پر ہونے والے اخراجات میں کمی کی جا سکے۔ لیکن جب کوئی روشن خیال پادری حشر و نشر کی حقیقت کے بارے میں ہی شک و شبہات کا اظہار کرتا ہے تو پھر حکومت اور کلیسا کے درمیان اختلافات کو گہرا کرنے میں ایسے بیانات سونے پر سہاگے کا کام کرتے ہیں۔ حکومت کو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ اراکین کلیسا ایمان اور اخلاق کے بجائے شہری زندگی کے مصائب اور بے گھر بار افراد کی پریشانیوں کا تذکرہ کرنے لگیں۔

ارباب حکومت کی نظر میں کلیسا کو حشر و نشر کی حقیقت، ہمدردی اور دردمندی کی ضرورت پرنس چارلس کے صاحب تخت و تاج اور برطانوی کلیسا کے سربراہ بننے، اتوار کے دن خرید و فروخت سے متعلق قانونی سودہ پر بحث کرنا چاہیے یا پھر بڑھتے ہوئے اخراجات کے وسائل تلاش کرنے اور عوامی موسیقی (POP MUSIC) کی مدد سے اتوار کے دن کو خرید و فروخت میں [illegible] کلیسا میں لوگوں کی حاضری بڑھانے جیسے مسائل پر غور کرنا چاہیے۔

روشن خیال اور متشکک لوگوں میں بشپ ڈاکٹر ڈیوڈ جنکنس بہت مقبول ہیں۔ بعض افراد کے خیال میں تو صرف انھیں یہ قابلیت ہے کہ وہ کلیسا کو ٹھونک پیٹ کر اکیسویں صدی کے قابل بنا سکتے ہیں۔

(باقی ص ۳۰ پر)

پروفیسر محمد اجتباء ندوی صدر شعبۂ عربی وفارسی الہ آباد یونیورسٹی۔ الہ آباد

حضرت محمد بن سیرینؒ اور ان کی حق گوئی و راست بازی

عہد صدیقی میں عراق کے ایک معرکہ "عین التمر" میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو قیدیوں میں بہ غلام ملے، ان میں ایک سنجیدہ، باوقار، خاموش طبع نوجوان "سیرینؒ" نامی تھے، غلاموں کی تقسیم میں وہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالکؓ کے حصہ میں آئے۔ وہ تانبے کے بڑے ماہر کاری گر تھے اور اس سے بڑی اچھی پتیلیاں بنایا کرتے تھے، اسی کے ساتھ انھوں نے حضرت انس بن مالکؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دین کے احکام و مسائل سیکھتے رہے کچھ عرصہ کے بعد حضرت انسؓ نے انھیں آزاد کر دیا تو حضرت سیرین نے اپنے دین کے نصف ثانی کی تکمیل کے بارے میں سوچا، امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک باندی صفیہ نامی تھی، خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بہت با اخلاق، دیندار، دین سمجھدار، نیک سیرت اور خوش اطوار تھی، مدینہ منورہ کی چھوٹی بڑی عورتیں سب اسے پسند کرتی تھیں، امہات المومنین اور خاص طور سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسے بے حد چاہتی تھیں، سیرین نے صفیہ کی خوبیوں کی بنا پر اس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس سے شادی کا پیغام لیکر حاضر ہوئے، حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک مشفق و مخلص دوست باپ کی طرح جو اپنی بیٹی کے منگیتر کی دینی، اخلاقی اور سماجی حالات کی تحقیق کرتا ہے بلکہ اس طرح انھوں نے سیرین کے حالات معلوم کرنے شروع کیے اور خاص طور سے ان کے آقا حضرت انس بن مالکؓ سے ان کے دین و اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت انس نے جواب دیا کہ امیر المومنین! آپ بلا تکلف شادی کر دیجئے اور کسی خوف و دہشت کا احساس نہ کیجئے۔ میں سیرین کے درست دین و عمدہ اخلاق اور اعلیٰ خوبیوں سے خوب واقف ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی اس باندی کو اپنی لڑکی کی طرح بہت محبت اور شفقت کے ساتھ شادی کی، صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد جن میں ۱۸ بدری صحابی شریک ہوئے اور کاتب وحی و جلیل القدر صحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا فرمائی، اور تین امہات المومنین نے انھیں اپنے ہاتھ سے دولہن بنایا، اس مبارک شادی کے نتیجہ میں انھیں ایک ایسا لڑکا عطا ہوا جو جلیل القدر تابعی، غیر معمولی صلاحیت کے عالم اور مسلمانوں کے ممتاز ترین داعی و مفکر ہوئے ان کا نام محمد رکھا اور تاریخ میں "محمد بن سیرینؒ" کے نام سے یاد کیے گئے، انھوں نے حضرات صحابہ زید بن ثابت، انس بن مالک، عمران بن حصین، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے علم و دین حاصل کیا، ابھی نوجوان ہی تھے کہ والدین کے ہمراہ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں اس نے شہر کی علمی و دینی مجالس سے بڑا فیض حاصل کیا اور اپنی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا، ایک حصہ علم و عبادت کے لیے اور دوسرا حصہ حصول رزق اور تجارت کے لیے مخصوص کر لیا، رات میں نوافل، تلاوت کلام اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور خدا کے خوف سے اتنا روتے اور گڑگڑاتے کہ نہ صرف گھر والے بلکہ پاس پڑوس کے لوگ ان پر ترس کھاتے، خدا تعالیٰ نے ان کے کلام میں بڑی تاثیر اور مقبولیت عطا فرمائی تھی۔ وہ خرید و فروخت کے دوران میں بھی پند و نصیحت کرتے اور دین کی باتیں بتاتے، دین کی فہم اور اس کے معاملات پر ان کی نظر بہت گہری تھی، کبھی کبھی وہ بعض ایسے اقدامات کرتے تھے جس پر لوگ حیرت زدہ ہو جاتے۔

اسی قسم کا ان کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے:

"ایک شخص نے ان پر یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ ان کے ذمہ دو درہم باقی ہیں، حضرت ابن سیرین نے اسے دو درہم دینے سے انکار کیا، تو اس شخص نے ان سے کہا کہ کیا آپ حلف اٹھائیں گے؟ اس کا خیال تھا کہ وہ دو درہم کے واسطے حلف نہیں اٹھائیں گے، لیکن ابن سیرین نے حلف اٹھانے کی حامی بھری اور حلف اٹھا لیا، لوگوں نے ان سے کہا: ابوبکر! آپ دو درہم کے لیے حلف اٹھا رہے ہیں، حالانکہ آپ نے کل چالیس ہزار درہم صرف اس وجہ سے معاف کر دیا کہ آپ کو اس میں معمولی سا ایسا شبہ ہو گیا جس کے بارے میں کسی کو کوئی شبہ لاحق نہیں ہوتا ہے، انھوں نے جواب دیا کہ ہاں! میں حلف اٹھاؤں گا، کیونکہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ اسے حرام کھلاؤں، مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کے لیے وہ دو درہم حرام ہوں گے"۔

حضرت محمد بن سیرین کو بنو امیہ کے مشہور اور بدہیت گورنر عراق عمر بن ہبیرہ نزاری نے ان کو ایک روز بلا بھیجا

(باقی ص ۱۱ پر)

مولینا عبدالماجد دریابادیؒ

اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی، سابق استاذ سیاسیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ
وسابق ممبر راجیہ سبھا کے نوٹ کے ساتھ

راقم السطور کے والد ماجد مولوی عبدالمجید مرحوم اور عم محترم جناب مولانا عبدالماجد دریابادی میں غیر معمولی محبت تھی۔ دونوں بھائیوں کی محبت سارے خاندان ہی میں نہیں بلکہ پورے جوار میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور یہ محبت آخر دم تک دونوں میں قائم رہی۔ والد مرحوم عم مرحوم سے تقریباً آٹھ نو برس بڑے تھے۔ لیکن ہر بات وہ اپنے چھوٹے بھائی، یعنی مولانا دریابادی ہی کی مانتے تھے ہم چاروں بھائیوں کی تعلیم اور تربیت عم مرحوم کے ذمہ تھی۔ جب بڑے بھائی یعنی حکیم عبدالقوی نے ابتدائی تعلیم پوری کر لی تو عم مرحوم نے والد مرحوم کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ وہ حفظ قرآن کریں۔ ترویج ہی سے برادر معظم اپنی غیر معمولی ذہانت اور قوت حافظہ میں ممتاز تھے بعض قریبی اعزہ نے حفظ قرآن کی تجویز کی بڑے شد و مد سے یہ کہکر مخالفت کی کہ ایسے ذہین اور لائق لڑکے کی زندگی خراب ہو جائے گی۔ وہ آگے چل کر آئی سی ایس ہو جائیں گے جو اس زمانہ میں اعلیٰ ترین ملازمت سمجھی جاتی تھی، اور بہت سے مسلمان والدین کا اپنے لڑکوں کے لئے یہ منتہائے مقصود تھا۔ لیکن والد مرحوم نے اعزہ کی رائے کو بالکل مسترد کر دیا اور عم مرحوم کی تجویز سے اتفاق کیا، برادر محترم حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ والد مرحوم اسوقت ڈپٹی کلکٹر تھے۔ اور اس زمانہ میں ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ بہت ہی معزز سمجھا جاتا تھا اور شاذ و نادر ہی اس کی مثال ملے گی کہ ڈپٹی کلکٹر کے لڑکے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بجائے حفظ قرآن کیا ہو۔

ہم ڈاکٹر محمد ہاشم صاحب قدوائی کے مشکور ہیں کہ انھوں نے حکیم عبدالقوی صاحب کے حفظ قرآن کے سلسلے مولانا عبدالماجد دریابادی کا ایک گرانقدر اور چشم کشا خط عنایت فرمایا پہلے آپ ڈاکٹر صاحب کا تمہیدی نوٹ پڑھ لیں پھر خط ملاحظہ فرمائیں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ مولانا دریابادی صاحب کس کوچے سے گذر کر مفسر قرآن بنے دین اور تعلیم دین کو گلے لگایا تھا یہ خط ۷۱ سال پرانا ہے۔ اس زمانہ میں عم مرحوم کئی ہفتوں سے دہلی میں خواجہ حسن نظامی کے مہمان تھے، اور حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ سے مرحوم کو غیر معمولی عقیدت تھی۔

عرب سرائے، ۱۸ر نومبر ۳۳ء دہلی۔

آفتاب[1] کے لئے حفظ قرآن کی تجویز بہت عجیب معلوم ہوئی ہوگی۔ مجھے اس حیرت پر حیرت نہیں ہوئی میں نے کئی شخصوں سے ذکر کیا اکثروں کو عجیب معلوم ہوا۔ زمانہ کی ہوا سے محفوظ رہنا بہت دشوار امر ہے اور زمانہ کی عام ہوا کے لحاظ سے یہ تجویز عجیب ہی نہیں بلکہ مضحک بھی ہے۔ لوگ زبانوں پر نہ لائیں۔ لیکن یقیناً اسے ایک دقیانوسی حماقت قرار دیتے ہوں گے۔ اکبر نے اسی حالت کا اندازہ کر کے کہا تھا ہے

مذہب نے پکارا اے اکبر اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
یاروں نے کہا یہ قول غلط خواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

خود مجھے بھی کچھ روز پیشتر تک اس کا خیال نہ تھا لیکن اب جب خیال پیدا ہو گیا ہے تو کوئی دلیل اس کی تردید میں نہیں ملتی۔ کئی ہفتوں سے خود سوچ۔ ہاتھ دوسروں سے ذکر کیا مگر اب تک کوئی تشفی بخش جواب نہیں ملا۔ بجز اس کے کہ یہ ایک نئی اور انوکھی بات ہے اور انوکھی چیز پر عمل کرنے میں دل پر جبر لازماً کرنا ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے والی بات صرف یہ ہوتی ہے کہ تجویز بجائے خود کہاں تک معقول ہے۔ میں نے جس روز لڑکوں کے ساتھ کھیل کود چھوڑا، دل پر کافی جبر ہوا، جس روز سیتا پور کا قیام چھوڑا نفس پر جبر ہوا جس روز کیننگ کالج چھوڑا نفس پر جبر ہوا، جس روز سوٹ اور کالر وغیرہ کو رخصت کیا نفس پر جبر ہوا، جس روز ریشمی شیروانیاں الگ کیں نفس پر جبر ہوا، جس روز اچکن اتار کر کھدر کا کرتا پہن کر باہر نکلا نفس پر جبر ہوا جس روز لکھنؤ کا قیام ترک کیا نفس پر جبر ہوا، جس روز داڑھی رکھنے کا عزم کیا نفس پر جبر ہوا۔ لیکن ان سب مواقع پر چونکہ تبدیلی کے وجوہ معقول تھے نفس پر جبر گوارہ کیا، اور عادت قدیم کو چھوڑ کر نیا راستہ اختیار کیا۔

یہی صورت اس مسئلے کی بھی ہے۔ اگر یہ تجویز بجائے خود مفید اور معقول ہے تو اس پر عمل ہونا چاہئے میری خاطر کی بنا پر ہرگز نہیں۔ میں خدانخواستہ اپنی

خاطر داری کیلئے آفتاب کی زندگی کو کیوں برباد کرنے لگا) بلکہ محض اس بنا پر کہ یہ رائے خود آفتاب کے حق میں بہتر اور مفید ہے اور نیز ان کے والدین اور اہل خاندان کے لئے۔ میں اس مسئلہ کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے پورے طور پر تیار ہوں اور موافق اور مخالف تمام دلائل پر غور کرنے کیلئے، بخوشی مستعد۔ تائید کی دلیل یہ ہے کہ انسان کیلئے اہم ترین اور مقدم ترین خیال موت و عاقبت کا ہے۔ تعلیم و تربیت کوئی مقصود بالذات شئی نہیں۔ محض آلہ یا ذریعہ ہے۔ بہترین تعلیم وہ ہے جو اس یقینی منزل کے لئے زاد راہ کا کام دے۔ حفظ قرآن ایک بہترین زاد راہ ہے اس لئے قدرۃً اسے دوسرے نظامات تعلیم پر ترجیح ہے ضمناً (اور بھی تائیدی دلائل نکلیں گے مثلاً کفایت وقت حفظ صحت۔ کفایت مصارف لیکن سب سے بڑی اور قوی دلیل میری نظر میں یہی ہے)

جب تک اس دلیل کے کسی مقدمہ کی تردید نہ ہو نتیجہ کو تسلیم کرنا لازم رہے گا۔

اب ان خیالات کو لیتا ہوں جو مخالفت میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ کھائیں گے کیونکر؟

جواب:۔ اسی طرح جیسے کروروں غیر انگریزی داں ہندوستانی کھا رہے ہیں۔ انگریزی خوانی تمام ہندوستان میں صرف چند ہزار کا ذریعہ معاش ہے باقی ۳۰ کروڑ ۳۲ کی آبادی حصول معاش کے لئے انگریزی سے بالکل بے نیاز ہے۔

۲۔ لیکن حفاظ تو عموماً ٹھوکریں کھاتے ہوتے ہیں۔

جواب:۔ ان سے زیادہ ٹھوکریں کھانے والوں کی مثالیں میٹرک پاس امیدواران ملازمت کی ملتی ہیں بلکہ گریجویٹ امیدوار تک مستثنیٰ نہیں۔

۳۔ لیکن ان ہی انگریزی دانوں کو معقول عہدے بھی ملتے ہیں۔

جواب:۔ ٹھیک اسی طرح غیر انگریزی دانوں کو بھی معقول عہدے ملتے رہتے ہیں۔ بیسوں گریجویٹ پچاس روپے کی ملازمت کو غنیمت سمجھیں گے۔ متعدد بیرسٹر وایل ایل بی ڈیڑھ سو کی آمدنی کو نعمت قرار دیں گے لیکن خود لکھنؤ ہی میں متعدد حفاظ محض تعلیم قرآن کی مدد میں سو ڈیڑھ سو کا مشاہرہ پا رہے ہیں (مدرسہ مولانا عین القضاۃ میں جہاں ۵۰ حفاظ کام کر رہے ہیں، ندوہ، دیوبند وغیرہ کی مثالیں ہیں)

یہ جوابات تو اس وقت کے لئے تھے کہ جب محض حفظ قرآن منظور ہو لیکن میری یہ تجویز نہیں حفظ قرآن کے ساتھ عربی (اور اس کے بعد طب) کی تعلیم نہایت آسانی سے جاری رہ سکتی ہے حفظ قرآن کے لئے دو گھنٹے کافی ہوں گے ایک گھنٹہ آمد و رفت کے لئے رکھنا چاہیئے تین گھنٹے عربی کے لئے بلا تکلف نکل سکتے ہیں چھ گھنٹے ہو گئے، ایک گھنٹہ انگریزی کے لئے نکل سکتا ہے۔

دو سال میں حفظ قرآن انشاء اللہ ہو جائیگا اس اثنا میں عربی بھی بہ قدر ضرورت نکل جائے گی اسکے بعد تین سال طب کی تعلیم کے لئے رکھنا چاہیئے۔ گویا آج سے ۵ پانچ سال کے بعد انشاء اللہ آفتاب معاش و معاد دونوں کی تعلیم سے پوری طرح تیار اور مسلح موجود ہوگا۔ خرچ نسبتاً بہت کم صحت پر بار نسبتاً بہت کم بیسیوں فوائد مزید برآں۔

(بقیہ) زوال عیسائیت

ان کے ایک ساتھی پادری کا خیال ہے کہ صرف ڈاکٹر جنکنسن میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ عیسائی عقائد کو اس طرح پیش کر سکتے ہیں جس سے وہ موجودہ زمانے کے لوگوں کو ذہنی طور پر قابل قبول ہو سکے۔ لیکن اس کے برعکس کچھ دوسرے لوگ انھیں منشکک اور باغی کلیسا تھامس (THOMAS) کا ہم پلہ تصور کرتے ہیں۔ بعض انتہا پسند لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں انگریزی کی کوئی اچھی اسکیم ممکن نہیں جو دس سال سے کم میں (میرے کل تخمینہ ہے) گریجویٹ بنا سکے، مصارف کی زیر باری، ینگ کی احتیاج فیل ہونے کے احتمالات کا ذکر نہیں اور پھر معاد سے بیگانگی یقینی اور معاش کا حصول احتمالی۔

اپنے خیال میں میں نے دونوں پہلو کافی وضاحت سے دکھا دیئے ہیں اگر کوئی بات رہ گئی ہو تو اب سہی۔

عیسائیوں کے بنیادی عقائد پر ان کی تنقید اور تبصرے ان کے اس عقیدہ کو تازہ کرتے ہیں کہ ہر شخص کے اندر شیطان چھپا ہوا ہے۔

ڈاکٹر جنکنسن سے ایک وزیر برادر کچھ قدامت پسند ممبران پارلیمنٹ کو بھی سخت اختلاف ہے! ان میں سے ایک کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر جنکنسن لاکھوں افراد کا عقیدہ برباد کر رہے ہیں۔ صدہا سال سے لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ بائبل کے اندر اجات سچے ہیں چنانچہ وزیر ماحولیات مسٹر جان گمر (Mr. JOHN GUMMER) نے بشپ جنکنسن پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ انجیل کی تعلیمات ساری دنیا میں واضح اور صاف ہیں اور کروڑوں افراد کنواری مریم کے ذریعہ خداوندی پیدائش پر خوشیاں مناتے ہیں ڈاکٹر جنکنسن کو ان کے ایمان برباد کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن حکومت کے ذرا سا کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قانون سازی کے ذریعہ ڈر ہم کے اس پادری پر روک لگا سکیں یا انھیں انجیل پر ایمان لانے پر مجبور کر سکیں۔ کچھ دوسرے لوگ افہام و تفہیم اور ترغیب کا راستہ اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں چنانچہ انھوں نے علمائے انجیل سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ انجیل میں درج واقعات کی تاریخی حیثیت کے متعلق تحقیق بند کر دیں تاکہ عقائد کے سرمفت اور اس کی شاعرانہ تخیلیں کو باقی رکھا جا سکے۔

(بشکریہ ٹائمس آف انڈیا)

مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی

ترقی کے حصول میں اعمال شرعیہ کا اثر

مسجد نبوی میں خطبۂ جمعہ کا جب منبر نصب کیا گیا تو وہ منبر وعظ و تلقین کا اسٹیج بھی تھا، اور ایوان صدارت کی کرسی بھی، دین و دنیا کا حسین امتزاج اس سے پہلے دنیا نے کبھی دیکھا نہیں تھا، جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً کر کے دکھایا، دین و دنیا کے مابین کوئی دوئی اسلام کی نظر میں نہیں، لہٰذا دنیاوی عزت کا حصول اور دولت کا انبار دین کے ساتھ حاصل کیا جا سکتا ہے، بس شرط یہ ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لیا جائے، اس لئے کہ دنیا کی محبت ایک ایسا وائرس ہے جو جب لگ جاتا ہے تو بڑی بڑی سلطنتیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں، اور قوت و نمو کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں، اس کی پر چھائی سے زندگی کا وجود سہم جاتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم پر دیگر قومیں بھوکے لوگوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گی، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ کیا ہماری تعداد اس وقت کم ہوگی، آپؐ نے فرمایا نہیں، تمہاری حیثیت کثرت میں سیلاب کے جھاگ کی طرح ہوگی، مگر تم کو "وھن" لگ چکا ہوگا، صحابہ کرام نے پوچھا حضور وہن کیا چیز ہے، فرمایا "دنیا کی محبت اور موت سے نفرت"

لہٰذا آج عزت و دولت، سرداری و سربلندی کا حصول امریکہ، جرمن، برطانیہ کی منڈیوں اور چین و جاپان کے بازاروں اور اقوام متحدہ کی چوکھٹ پر جبہ سائی کرنے سے ممکن نہیں، آج یہ سب کچھ کرتے کرتے ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا، لیکن ہماری حالت اب بھی رحم کے قابل ہے، خواجہ صاحب مرحوم نے خوب فرمایا ہے ؎

بنیں، تم نہ ہندی نہ روسی نہ تازی
بنالیں بس اپنے کو سچا حجازی
ہمیں پھر بہر حال لے جائیں باری
مریں تو شہید اور ماریں تو غازی
جس وقت مسلمان سنت نبوی پر عامل تھے، تو ان کے عروج و اقبال کا عالم یہ تھا کہ جنگل میں سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جانے والے امیر المؤمنین کے نام سے کسریٰ و قیصر کے محلات کانپ اٹھتے تھے۔

قباؤں میں پیوند بیٹوں پہ بیٹھر
قدم کے تلے تاج کسریٰ و قیصر

اور جب اس میں غفلت برتی گئی، اسلامی قلمرو کا سربلند پہاڑ سمٹ کر رائی بن گیا، جبکہ خود ان کا عالم یہ تھا ؎

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس موقع پر ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اعمال شرعیہ کا قومی ترقی، عروج و اقبال اور اس کی فلاح و بہبود میں کیا دخل و اثر ہے، اعمال شرعیہ خصوصاً نماز، روزہ، حج تو ایسی عبادتیں ہیں جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے، قومی بہبود سے اس کا کیا واسطہ، اور اس ضمن میں اس پر کیوں زور دیا جاتا ہے، اور اسے اولیت کیوں دی جاتی ہے، انحطاط و زوال کی تاریخ کے ڈانڈے نماز روزہ جیسی عبادتوں سے کیوں ملایا جاتا ہے، یہ ایک عام اشکال ہے، خصوصاً آج کا دانشور طبقہ اس پہلو سے سوچتا ہے اور اسی زاویہ سے قومی مسئلہ کی توجیہ کرتا ہے، اور ظاہر ہے عقل اس آگے سوچ ہی کیا سکتی ہے، آخرت کے نتائج بلکہ ان کی حکمتوں کو عقل کیسے پا سکتی ہے جبکہ وحی الٰہی کا فیضان اس پر نہ ہو، ارشاد ربانی ہے:۔

بل ادّٰرک علمھم فی الاٰخرۃ
"بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم اکارت گیا"۔

لیکن اس اشکال کا جواب آسان ہے وہ یہ کہ امت اسلامیہ اپنی ترقی و بہبود اور اقبال و فتح کے معاملہ میں دیگر اقوام سے مختلف ہے، اس کی ترقی یہ نہیں کہ قومی سرمایہ میں کتنا اضافہ ہوا، شہروں کی وسعت، وسائل حمل و نقل کی بہتات اور دیگر شہری نظام کا عمدہ اور سلیقہ سے ہونا، خواہ ذاتی زندگی کتنی ہی تاریک کیوں نہ ہو حقیقت میں یہ اس کی ترقی کا معیار قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ اس کی ترقی اطاعت الٰہی اور طریقہ نبوی کے اختیار کرنے میں ہے، اس کے بغیر اس کی ترقی کا تصور ہو ہی نہیں سکتا، کتنا ہی سامان جمع کر لیا جائے اور کتنی ہی تدبیریں کام میں لائی جائیں، ترقی ناممکن ہے۔

اس کے علاوہ عقلاً بھی اعمال شرعیہ کا قومی ترقی و بہبود میں مؤثر ہونا ثابت ہے، اس طور پر کہ بہت سے ایسے امراض ہوتے ہیں جس میں علاج کے لئے ایسی چیزوں کا انتخاب کیا جاتا ہے

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

مولانا محمد تقی عثمانی

نمازیں سنّت کے مطابق پڑھئے!!!

(۲)

مسجد کے چند ضروری آداب

۱۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں:۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔

۲۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ نیت کرلیں کہ جتنی دیر مسجد میں رہوں گا اعتکاف میں رہوں گا اس طرح انشاء اللہ اعتکاف کا ثواب بھی ملے گا۔

۳۔ داخل ہونے کے بعد اگلی صف میں بیٹھنا افضل ہے لیکن اگر جگہ بھر گئی ہے تو جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنا جائز نہیں۔ (۴) جو لوگ مسجد میں پہلے سے بیٹھے ذکر یا تلاوت میں مشغول ہوں، ان کو سلام نہیں کرنا چاہیئے البتہ اگر اُن میں سے کوئی از خود متوجہ ہو، اور ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہو تو اس کو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں

۵۔ مسجد میں سنتیں یا نفلیں پڑھنی ہوں تو اس کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں سامنے سے لوگوں کے گذرنے کا احتمال نہ ہو، بعض لوگ پچھلی صفوں میں نماز شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ان کے سامنے اگلی صفوں میں جگہ خالی ہوتی ہے چنانچہ ان کی وجہ سے دور تک لوگوں کے لئے گذرنا مشکل ہو جاتا ہے اور انھیں لمبا چکر کاٹ کر جانا پڑتا ہے ایسا کرنا گناہ ہے اور اگر کوئی شخص ایسی حالت میں نمازی کے سامنے سے گذر گیا تو اس کے گذرنے کا گناہ بھی نماز پڑھنے والے پر ہوگا۔ (۶) مسجد میں داخل ہونے کے بعد اگر نماز میں کچھ دیر ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھ لیں اس کا بہت ثواب ہے۔ اگر وقت نہ ہو تو سنتوں ہی میں تحیۃ المسجد کی نیت کرلیں اور اگر سنتیں پڑھنے کا بھی وقت نہیں ہے اور جماعت کھڑی ہے تو فرض میں بھی یہ نیت کی جاسکتی ہے،

۷۔ جب تک مسجد میں بیٹھیں ذکر کرتے رہیں خاص طور پر اس کلمے کا ورد کرتے رہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (۸) مسجد میں بیٹھنے کے دوران بلا ضرورت باتیں نہ کریں نہ کوئی ایسا کام کریں جس سے نماز پڑھنے والوں یا ذکر کرنے والوں کی عبادت میں خلل آئے۔ (۹) نماز کھڑی ہو تو اگلی صفوں کو پہلے پُر کریں، اگر اگلی صفوں میں جگہ خالی ہو تو پچھلی صف میں کھڑا ہونا جائز نہیں ہے۔

۱۰۔ جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے جب امام منبر پر آجائے تو اس وقت سے نماز ختم ہونے تک بولنا یا نماز پڑھنا یا کسی کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز نہیں ہے اس دوران اگر کوئی شخص بولنے لگے تو اسے چپ رہنے کی تاکید کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۱۱۔ خطبہ کے دوران اس طرح بیٹھنا چاہئے جیسے التحیات میں بیٹھتے ہیں۔ بعض لوگ پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھ کر بیٹھتے ہیں اور دوسرے خطبہ میں ہاتھ زانوں پر رکھ لیتے ہیں۔ یہ طریقہ بے اصل ہے۔ دونوں خطبوں میں ہاتھ زانو پر رکھ کر بیٹھنا چاہیئے

۱۲۔ ہر ایسے کام سے پرہیز کریں جس سے مسجد میں گندگی ہو، بدبو پھیلے، یا کسی دوسرے کو تکلیف پہنچے۔ (۱۳) کسی دوسرے شخص کو کوئی غلط کام کرتے دیکھیں تو چپکے سے نرمی کے ساتھ سمجھا دیں، اس کو بر سرِ عام رُسوا کرنے ڈانٹ ڈپٹ یا لڑائی جھگڑا سے مکمل پرہیز کریں۔

خواتین کی نماز

اوپر نماز کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہ مَردوں کے لئے ہے، عورتوں کی نماز مندرجۂ ذیل معاملات میں مَردوں سے مختلف ہے۔ لہٰذا خواتین کو ان مسائل کا خیال رکھنا چاہیئے:۔

۱۔ خواتین کو نماز شروع کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ اُن کے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کے سوا تمام جسم کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔

بعض خواتین اس طرح نماز پڑھتی ہیں کہ اُن کے بال کھلے رہتے ہیں، بعض خواتین کی کلائیاں کھلی رہتی ہیں، بعض خواتین کے کان کھلے رہتے ہیں، بعض خواتین اتنا چھوٹا دوپٹہ استعمال کرتی ہیں کہ اس کے نیچے بال لٹکے نظر آتے ہیں، یہ سب طریقے ناجائز ہیں اور اگر نماز کے دوران چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے سوا جسم کا کوئی عضو بھی چوتھائی حصہ کے برابر اتنی دیر کھلا رہ گیا جس میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ

کہا جاسکے تو نماز ہی نہیں ہوگی، اور اس سے کم کھلا رہ گیا تو نماز ہو جائے گی۔ مگر گناہ ہوگا۔

۲۔ خواتین کے لئے کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے سے افضل ہے اور برآمدے میں پڑھنا صحن سے افضل ہے، (۳) عورتوں کو نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کانوں تک نہیں بلکہ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں، اور وہ بھی دوپٹے کے اندر ہی سے اٹھانے چاہئیں دوپٹے سے باہر نہ نکالے جائیں۔

(بہشتی زیور)

۴۔ عورتیں ہاتھ سینے پر اس طرح باندھیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پُشت پر رکھ دیں۔ انھیں مَردوں کی طرح ناف پر ہاتھ نہ باندھنے چاہئیں۔ (۵) رکوع میں عورتوں کے لئے مَردوں کی طرح کمر کو بالکل سیدھا کرنا ضروری نہیں۔ عورتوں کو مَردوں کے مقابلے میں کم جھکنا چاہئے۔ (طحطاوی علی المراقی ص ۱۴۱)

۶۔ رکوع کی حالت میں مَردوں کو انگلیاں گھٹنوں پر کھول کر رکھنی چاہئیں، لیکن عورتوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ انگلیاں ملا کر رکھیں، یعنی انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔ (دُرِّ مختار)

۷۔ عورتوں کو رکوع میں اپنے پاؤں بالکل سیدھے نہ رکھنے چاہئیں، بلکہ گھٹنوں کو آگے کی طرف ذرا سا خم دیکر کھڑا ہونا چاہئے۔ (دُرِّ مختار)

۸۔ مَردوں کو حکم یہ ہے کہ رکوع میں ان کے بازو پہلوؤں سے جدا اور تنے ہوئے ہوں، لیکن عورتوں کو اس طرح کھڑا ہونا چاہیئے کہ ان کے بازو پہلوؤں سے ملے ہوے ہوں (دُرِّ مختار)

۹۔ عورتوں کو دونوں پاؤں ملا کر کھڑا ہونا چاہیئے خاص طور پر دونوں ٹخنے تقریباً مل جانے چاہئیں پاؤں کے درمیان فاصلہ نہ ہونا چاہیئے (بہشتی زیور)

۱۰۔ سجدے میں جاتے وقت مَردوں کے لئے یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک گھٹنے زمین پر نہ ٹکیں اُس وقت تک وہ سینہ نہ جھکائیں لیکن عورتوں کے لئے یہ طریقہ نہیں ہے وہ شروع ہی سے سینہ جھکا کر سجدے میں جاسکتی ہیں۔

۱۱۔ عورتوں کو سجدہ اس طرح کرنا چاہیئے کہ ان کا پیٹ رانوں سے بالکل مل جائے اور بازو بھی پہلوؤں سے ملے ہوئے ہوں نیز عورت پاؤں کو کھڑا کرنے کے بجائے انھیں دائیں طرف نکال کر بچھا دے۔

۱۲۔ مَردوں کے لئے سجدے میں کہنیاں زمین پر رکھنا منع ہے، لیکن عورتوں کو کہنیوں سمیت پوری بانہیں زمین پر رکھ دینی چاہئیں (دُرِّ مختار)

۱۳۔ سجدوں کے درمیان اور التحیات پڑھنے کیلئے جب بیٹھنا ہو تو بائیں کولھے پر بیٹھیں، اور دونوں پاؤں داہنے طرف نکال دیں اور داہنی پنڈلی پر رکھیں (طحطاوی) ۱۴۔ مَردوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ رکوع میں انگلیاں کھول کر رکھنے کا اہتمام کریں اور سجدے میں بند رکھنے کا، اور اور نماز کے باقی افعال میں انھیں اپنی حالت پر چھوڑ دیں نہ بند کرنے کا اہتمام کریں نہ کھولنے کا، لیکن عورت کے لئے ہر حالت میں حکم یہ ہے کہ وہ انگلیوں کو بند رکھے۔ یعنی ان کے درمیان فاصلہ نہ چھوڑے، رکوع میں بھی، سجدے میں بھی، دو سجدوں کے درمیان بھی اور قعدوں میں بھی۔

۱۵۔ عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ ہے۔ ان کے لئے اکیلی نماز پڑھنا ہی بہتر ہے۔ البتہ اگر گھر کے محرم افراد گھر میں جماعت کر رہے ہوں تو ان کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جانے میں کچھ حرج نہیں، لیکن ایسے میں مَردوں کے بالکل پیچھے کھڑا ہونا ضروری ہے۔ برابر میں ہرگز نہ ہوں۔

(بقیہ) مذہب بیزاری سامراج کا ورثہ ہے۔

اسلامی تحریکوں پر پابندی لگائی جاتی ہے اور دوسری طرف اسلام کے خلاف تشدد استعمال کرنے والوں کو کھلی چھوٹ دی جاتی ہے اپنے سامراجی مقصد سے اصولیت کا جو ہوّا کھڑا کیا ہے یہ ممالک آنکھ بند کرکے اس کا ساتھ دے رہے ہیں لیکن یہ صورتحال غیر فطری اور غیر منطقی ہے کیوں کہ ملک کے عوام کے جذبات کو زیادہ دنوں تک دبایا نہیں جاسکتا۔ اور وطنی اور قومی تقاضوں کو غیر ملکی مفاد کا تابع نہیں بنایا جاسکتا۔

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا
لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور کیپ سول پر (LT) مارکہ ضرور دیکھیں، انڈین کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔
INDIAN CHEMICAL MAU. N.B. 275101

سفرِ قادیان

(۶)

مولانا محبوب الرحمٰن ازہری

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ قادیانیوں نے بیسویں صدی کے ساتویں اور آٹھویں دہے میں اپنی سرگرمیاں تیز کر رکھی تھیں اور ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۴ء تک رابطہ عالم اسلامی میں اس پر غور و خوض نے ان کو اور زیادہ متوجہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے مرکز "ربوہ" سے پاکستانی حکومت کے ذریعہ اپنے پروپگنڈہ میں جوش و خروش سے مشغول ہوں۔ یہاں تک کہ اسرائیل میں اپنے مشن کی سرگرمیاں بیان کرتے ہوئے "بدر قادیان" کے ۱۰ رجون ۷۳ء کے شمارہ میں محمد مقصود صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ مقیم (حیفا) اپنی رپورٹ میں رقمطراز ہیں:۔

اسرائیل میں اکثریت یہودی مذہب رکھتی ہے لیکن اپنے دین پر عمل کرنے کا دعوی کرنے والوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے مذہبی لوگ تو ہمارے ہاں کم ہی آتے ہیں (شاید اس لیے کہ وہ باطل مذہب کو سمجھتے ہیں) البتہ جو صرف قومی طور پر یہودی ہیں وہ کم متعصب ہیں اسی وجہ سے نیز اپنی معلومات میں وسعت پیدا کرنے کے لیے عموماً ٹولیوں کی صورت میں منظم طریق پر آتے رہتے ہیں۔ عرصے زیر رپورٹ میں اسمٰعیلی بستیوں میں رہنے والوں کے دو گروپ ہماری مسجد "جامع سیدنا محمود" دیکھنے آئے ایک میں اٹھارہ اور دوسرے میں پندرہ افراد تھے دونوں گروپوں کو علیحدہ علیحدہ اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا اور عبرانی زبان میں لٹریچر پیش کیا۔

اس کے بعد اپنی لن ترانیاں ہانکی ہیں اور بظاہر کیا کہ وہ اسلام کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ساتھ ہی ایک صاحب کی ملاقات کا ذکر کیا ہے کہ وہ ہندوستانی تھے جنھوں نے موصوف کو "پنجابی سکھ سمجھ کر سلام کیا" اور جب ان کو معلوم ہوا کہ قادیانی ہیں تو انھوں نے کہا "بمبئی میں تو آپ کی جماعت کا کوئی آدمی نہیں" پھر ایک پادری صاحب سے ملاقات ہوئی جن کو اسلام پر تقریر کرنے والے کی ضرورت تھی تو انھوں نے جلال الدین قمر صاحب کا نام لکھوا دیا۔ اس کے بعد رقمطراز ہیں:

ہمارا عربی مجلہ "البشریٰ" ایک عرب عیسائی کے مطبع میں چھپتا ہے عید ولادت مسیح کے موقع پر ہم تین افراد ان کے گھر "عکہ" گئے۔ (عکہ ایک مقدس شہر ہے جہاں کم از کم مسلمانوں کو جانے کی عام اجازت نہیں ہے) عکہ شہر میں متعدد مقامات پر گئے اور کوشش کی کہ کہیں کسی بہائی سے ملاقات ہو جائے مگر وہاں بہائیت کا خاتمہ ہو چکا ہے (اس کا مبلغ کو بہت افسوس ہے)۔

اس کے بعد بہائیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ یہ پوری رپورٹ کئی صفحات پر مشتمل ہے اس کا نقل کرنا طول عمل مذکورہ اقتباسات پر اکتفا کرتے ہوئے بعض حقائق کی طرف نشاندہی ضروری ہے۔

۱۔ عادۃً قادیانی جھوٹ اور پروپگنڈہ پر اپنی عمارت قائم کرتے ہیں اور بزعم خود خیالی دنیا میں تصور کرتے ہیں کہ ہم بام عروج پر پہونچ گئے۔ اور ہمیشہ ایک جگہ کی لن ترانیاں دوسری جگہ بیان کرتے ہیں کہ دوسرے مبہوت ہو جائیں اور مجبور ہوں کہ ان کی باتوں پر یقین کریں اس جگہ ایک صاحب کا لطیفہ یاد آگیا جو حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ایک ہمارے جنیوئی سنی جن کے قادیانیوں سے نہ صرف تعلقات تھے بلکہ رشتہ داری بھی تھی اور ایک شادی کی تقریب میں شرکت کرنے گئے، نکاح میں کچھ تاخیر تھی تو وقت گزاری کے لیے انڈونیشیا کے ایک قادیانی مبلغ سے کچھ تقریر کرنے کے لیے کہا گیا۔ جنہوں نے انڈونیشیا میں اپنی کارگزاری سنانا شروع کی۔ ہمارے سنی بھائی نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ مجھے بھی تقریر کا داعیہ زوروں پر ہے اور میں بھی تقریر کرنا چاہتا ہوں میری حالت ناقابل برداشت ہو گئی ہے، ساتھیوں نے (جو قادیانی تھے) کہا کہ اگر تنے ہی بے قابو ہیں تو ہم جو قریب بیٹھے ہیں ان کو سنا لیجئے۔ سنی بھائی نے کہا "میں ایک مرتبہ آسٹریلیا گیا تھا اور وہاں..... قادیانیوں نے کہا کہ تم آسٹریلیا گئے تھے ہمیں تو معلوم ہی نہیں وہ بولے تم کو اس سے کیا مطلب گیا یا نہیں میرا واقعہ سنو، وہ لوگ کہنے لگے جھوٹ کو سن کر کیا کریں گے۔ تو انھوں نے کہا یہ شخص اتنی دیر سے جھوٹ بول رہا ہے اور کوئی اس سے نہیں پوچھتا کہ بیان کردہ واقعات کا ثبوت کیا ہے؟ میری بات سننا نہیں چاہتے وغیرہ۔ اس شخص نے ایک حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا کہ دور کی بات سنی جاتی ہے اور مقامی باتوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اسی لیے اس نے مقامی قادیانیوں کی حقیقتیں بیان کیں کہ کس طرح جھوٹ بولتے ہیں اور دھوکے بازی سے کام لیتے ہیں کلکتہ کے بڑے مبلغ کے واقعات اس نے دہرائے اور کہا کہ ہم تو اس حقیقت سے واقف ہیں ساتھ ہی

لمبی تقریر میں تعلی کی بھی حد نہیں اور مرزا جی بھی ان کے سامنے ہیچ ہو گئے۔

اس سب سے بالاتر اور اہم جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ قادیانیت کا یہودیت سے گہرا رشتہ واضح ہوتا ہے پہلے تو اسرائیل میں اسلام کی تبلیغ ہی کسی کے ذہن میں نہیں آسکتی پھر یہودی اسکولوں کے بچوں کو تبلیغ سننے کا موقع دینا یعنی اسرائیلیوں کو یہودیت سے بیزار کرنا یہ تو اسرائیل پر بہتان کہا جاسکتا ہے۔ ذرا غور کیجئے آخر یہ سب کیوں ہے اور کیسے ہے؟ اس کا تحقیق قادیانیت کے گہرے مطالعہ سے ہے۔ مرزا جی کا اور قادیانیت کا پورا زور حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کے خلاف ہے مرزا جی نے جتنے توہین آمیز کلمات حضرت عیسیٰ اور سیدتنا مریم علیہا السلام کے سلسلہ میں استعمال کیے ہیں ان کا شمار تو درکنار ان کا استعمال نعوذ باللہ کسی مہذب انسان سے کسی معمولی شخصیت کے لیے ناممکن ہے مگر قادیانی اور مرزا جی اس سے تھکتے نہیں (اس سلسلہ میں ان کے یہاں تہذیب اور شائستگی کا کوئی دور دورہ ہے نمونہ "نقل کفر کفر نباشد" کے مصداق تحریر ہیں۔ "فیصلہ مقدمہ بھاولپور ص۵۳ اور ص۵۴ پر منشی محمد اکبر خاں صاحب رقمطراز ہیں:

"اسی کتاب ضمیمہ انجام آتھم کے حاشیہ ص۹ پر آگے مسلمانوں کو مخاطب کرکے یہ لکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی کہ یسوع کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا کہ جس نے خدائی دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا اور آنے والے نبی کے مقدس وجود سے انکار کیا اور کہا میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے پس ہم ایسے ناپاک خیال اور حکبر اور راست بازان کے دشمن کو ایک بھلے مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں"۔

اور کتاب ست بچن ص۱۶۸/۱۶۷ پر لکھتے ہیں:۔

"اور بالخصوص یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے برے کام کیے ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کے لیے فریب سے قتل کرایا اور دلالہ عورتوں کو بھیج کر اس کی جورو کو منگوایا اور اس کو خراب بلائی اور اس سے زنا کیا اور بہت سا مال حرام کاری میں ضائع کیا" ازالہ اوہام ص۱۲۵ کے حاشیہ پر درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس سال تک بخاری کا کام کرتے رہے ہیں۔

کشتی نوح ص۱۶ پر لکھتے ہیں مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم تورات عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا اور تعداد ازدواج کی کیوں بنا ڈالی گئی"۔

اور نج صاحب ص۵۱ پر لکھتے ہیں: حاشیہ انجام آتھم ص۴ پر لکھتے ہیں کہ:

"پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی نام کیوں رکھا"۔

آگے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ:

"آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی"۔ اسی صفحہ پر آگے کہتے ہیں کہ: میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے"۔ آگے ہے:

"کہ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی"۔ ضمیمہ انجام آتھم ص۷ کے حاشیہ پر ہے کہ: آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا"۔ آگے لکھتے ہیں کہ: "آپ کا نجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے ورنہ کوئی برہمیز گار انسان ایک جوان نجری کو یہ توقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے"۔ آگے ہے کہ: "سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے"۔ اسی طرح اپنی کتاب حاشیہ کشتی نوح ص۵ پر لکھتے ہیں کہ:

"یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب سے نقصان پہنچا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے، اے مسلمانو! تمہارے نبی صلعم تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے"۔

آگے حاشیہ ص۶ پر ہے کہ:

"آپ کے حقیقی بھائی آپ کی ان حرکات سے آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے"۔

کتاب ست بچن ص۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ:

"بہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے کہ یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی دیوانہ ہو گیا تھا"۔

یہ صرف نمونے کے طور پر لکھا گیا ہے نعوذ باللہ من ذالک آخر یہ سب کس لیے ہے؟ ذرا سا پیچھے مڑ کر دیکھئے یہودیت سب سے بڑی دشمن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت ان کی ایذا رسانی کس نے کی؟ یہاں تک کہ آخر میں ان پر مقدمہ چلا کر پھانسی تک کس نے پہونچایا؟

(باقی آئندہ)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

دارالعلوم اسلامیہ بستی میں

مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری۔ ترجمہ:۔ مصور حسین عالیہ رابطہ شریعہ

ہندوستان کی ریاستوں میں صوبہ اتر پردیش جس طرح رقبہ و آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے، اسی طرح اسے تہذیب و تمدن اور علم و ادب میں بھی مرکزیت حاصل ہے، اس صوبہ میں بڑی بڑی عصری جامعات کے ساتھ ساتھ مدارس اسلامیہ دینی مراکز کا بھی جال پھیلا ہوا ہے۔

اسی وجہ سے اس ریاست کو دینی، روحانی، اور سیاسی قیادت و رہنمائی میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اس صوبہ میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جیسے بڑے بڑے اہم ادارے واقع ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی اس صوبہ کی راجدھانی لکھنؤ میں واقع ہے۔ یہ اپنے نظام درس و تربیت کے لحاظ سے منفرد حیثیت کا مالک ہے۔ یہ قدیم صالح جدید نافع کا علمبردار ہے، ان تعلیمی و تربیتی مراکز سے لاکھوں کی تعداد میں دینی و تعلیمی و تربیتی مدارس کے سوتے پھوٹتے ہیں اور یہ ان تنظیموں کے ماسوا ہیں جو سماجی کام کرتی ہیں اور روز بروز ان مدارس و مکاتب کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور دن بدن ترقی کی طرف گامزن ہیں، اس کا اصل سبب یہ ہے کہ اب مسلمان دینی تعلیم کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ دے رہے ہیں، باوجودیکہ وہ اس تلخ حقیقت سے بھی آشنا ہیں کہ اپنے بچوں کو ان مدارس میں تعلیم دلا کر حکومت کی ملازمتوں سے اپنے جگر پاروں کو محروم کر رہے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ وہ اس حقیقت کو بھی جانتے ہیں کہ صرف اسلامی اداروں کے تربیت یافتہ افراد ہی اس بحران اور ان مشکلات کو جن سے ہمارا ملک گزر رہا ہے حل کر سکتے ہیں، ان مدارس اسلامیہ دینی مراکز و مکاتب کی تعداد جو ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور جو ان دیہاتوں میں رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیے ہوئے ہیں، جو ذرائع آمد و رفت سے بھی محروم ہیں لاکھوں سے متجاوز ہوگی ان مدارس کا دار و مدار مسلمانوں کے چندے پر ہے یہ مدارس حکومت سے کسی طرح کا کوئی تعاون نہیں لیتے یہ عموماً سال کے اختتام پر جلسوں کا انعقاد کرتے ہیں جس میں علماء کرام و ماہرین تعلیم اور اکابرین ملت شریک ہوتے ہیں اور مختلف موضوعات پر تقاریر کرتے ہیں، معاشرہ کی خرابیوں کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کراتے ہیں، اتباع سنت اور ترک بدعت کی دعوت دیتے ہیں اسی طرح کا ایک جلسہ ہندوستان پر ایک ابھرتے ہوئے ادارہ دارالعلوم الاسلامیہ بستی میں ۱۶ر دسمبر ۹۳ء کو منعقد ہوا جس میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور ان کے ہمراہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ممتاز اساتذہ نے شرکت فرمائی۔

اس وفد میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا سید محمد مرتضیٰ حسینی نقوی، مولانا سلمان الحسینی ندوی، مولانا عبدالقادر گجراتی، مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی اور راقم سطور شامل تھے۔

جلسہ کا موضوع "ہندوستانی مسلمانوں کے تعلیمی مسائل" تھا، خصوصاً بستی اور اس سے ملے ہوئے اضلاع کا یہ خطہ جو نیپال کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے، تاریخی، دفاعی لحاظ سے بڑا اہم خطہ ہے، یہاں مسلمانوں کا تناسب بھی زیادہ ہے، اس جلسہ میں قرب و جوار کے علاقے کے مندوبین نے بڑی تعداد میں شرکت کی، اس کے علاوہ ۱۶ر دسمبر ۹۳ء کی شام کو عصر کے بعد حضرت مولانا دامت برکاتہم اور مہمانان کرام دارالعلوم الاسلامیہ بستی کے ذمہ داروں کے ہمراہ اس کے مدرسۃ البنات کے لیے نئی خریدی ہوئی آراضی پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی اس کے بعد ندوی برادری کے عصرانہ میں شرکت فرمائی۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کی صدارت میں ۱۶ر دسمبر ۹۳ء صبح کو اسکولوں و کالجوں کے اساتذہ کی میٹنگ ہوئی جس میں مختلف علمائے کرام و دانشوروں نے دینی تعلیمی کونسل کی سرگرمیوں اور ان حالات پر جن سے یہ مکاتب دوچار ہیں روشنی ڈالی۔

مغرب کی نماز کے بعد مدرسہ کی وسیع و عریض مسجد میں جلسۂ عام منعقد ہوا، مسجد باوجود اپنی کشادگی کے حاضرین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی تلاوت قرآن کریم کے بعد حضرت مولانا باقر حسین صاحب بانی دارالعلوم الاسلامیہ کی طرف سے مولانا محمد اسعد قاسمی نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا، پھر مولانا مجیب اللہ ندوی، مفتی شکیل احمد قاسمی سیتاپوری، مولانا سلمان الحسینی ندوی، مولانا برہان الدین سنبھلی، اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے خطاب کیا۔

اخیر میں مفکر اسلام حضرات مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے خطاب فرمایا، حضرت مولانا نے تعلیم کی اہمیت پر زور دیا، اور بدلے ہوئے سیاسی حالات اور اس میں مسلمانوں کی پوزیشن کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ دستور ہند نے اقلیات کو کیا

حقوق دیئے ہیں اور ان حقوق سے کس طرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

اس جلسہ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ قرب و جوار میں واقع مدارس دینیہ کے اساتذہ و معلمین کے علاوہ دور دراز کے ان علاقوں سے بھی جن کا اس علاقہ سے کسی حیثیت سے تعلق تھا بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، اس جلسہ کی کامیابی کا سہرا سنی دینی تعلیمی کونسل کے جنرل سکریٹری اور دارالعلوم الاسلامیہ کے بانی و صدر حضرت مولانا محمد باقر حسین صاحب کے سر ہے جنھوں نے اس کے لیے سخت جدوجہد کی اور مولانا ان متحرک و فعال اور سرگرم داعیوں میں سے ہیں جو عرصہ سے مراد آباد کے عظیم مدرسہ امدادیہ کی ذمہ داری اور اہتمام کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اس کے ساتھ بستی میں بھی انھوں نے اپنے رفیق کار مولانا ظہیر انوار صاحب اور اپنے فرزند مولانا محمد اسعد صاحب قاسمی و دیگر کارکنوں کی مدد اور تعاون سے ایک فعال و سرگرم اور ممتاز ادارہ قائم کیا ہے، جس میں درجات حفظ و ناظرہ تجوید و قرأت اور شعبۂ پرائمری کے علاوہ درجہ ہشتم عالمیت کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

دینی تعلیمی کونسل کے جلسہ میں مشرقی یوپی کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے نمائندوں کی تعداد خاصی تھی جس سے اس علاقہ میں حضرت مولانا محمد باقر حسین صاحب کی دینی جدوجہد کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، شب کے جلسہ کے بعد دوسرے دن صبح کو دارالعلوم الاسلامیہ بستی کے طلبہ کی النادی العربی کا جلسہ حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی کی صدارت میں ہوا..... طلبہ نے عربی، اور اردو میں تقریریں کیں، آخر میں صدر جلسہ نے طلبہ کو مؤثر انداز میں تفصیلی خطاب فرمایا اس کے بعد جمعہ کی نماز سے پہلے مولانا سلمان حسینی نے خطاب فرمایا اور حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے فصیح و بلیغ عربی میں بہت عمدہ خطبہ دیا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔

وفد نے حضرت مولانا ابوبکر حسنی سابق پروفیسر جواہر لال نہرو یونیورسٹی کی قیادت میں علاقہ کے ان دینی مدارس کا بھی دورہ کیا جو دیہاتوں میں قائم ہیں اور ضلع بستی سے شمال میں تقریباً ۲۵ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہیں..... جیسے مجھوا میر، جداشاہی ویلفیئر جو ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک کے روح رواں مجدد و مجاہد سید احمد شہید کے خلفاء کی تجدیدی و اصلاحی سرگرمیوں کی جولانگاہ رہ چکے ہیں۔

مولانا محمد جعفر علی نقوی جو سید صاحب کے بہت خاص لوگوں میں تھے، سید صاحب کی بالاکوٹ میں شہادت کے بعد بھی ان کی دعوت و تحریک کی نشر و اشاعت میں زندگی بھر لگے رہے اور آواز توحید سے انھوں نے ہمالیہ کے دامن کو معمور کر دیا، وہ گاؤں گاؤں، دیہاتوں میں گشت لگاتے تھے، اور لوگوں کو صحیح عقیدہ پر قائم رہنے کی دعوت دیتے تھے اور ان علاقوں میں دینی مکاتب قائم کیے، مولانا جعفر علی صاحب کی وفات کے بعد بھی ان علاقوں میں مدارس کے قیام کا سلسلہ جاری ہے۔ ان میں مدرسہ اصلاح المسلمین جو جداشاہی گاؤں میں ہے قابل ذکر ہے، اس کے ناظم مولانا عبدالقیوم صاحب ہیں جنھیں اس علاقہ میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ (باقی صفحہ ۳۰ پر)

مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی کا سالانہ جلسہ اور درسگاہ کا سنگ بنیاد۔

رپورٹ شعیب احمد خان برنی متعلم مدرسہ ہذا۔

مدرسہ ضیاء العلوم تکیہ کلاں رائے بریلی کا سالانہ جلسہ مدرسہ کے ایک بڑے گراؤنڈ پر بروز منگل ۲۸ر دسمبر ۱۹۹۳ء کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ اور حضرت مولانا دامت برکاتہم کے مبارک ہاتھوں سے درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ حضرت مولانا مدظلہ نے بڑی پراثر دعا کرائی اور حاضرین جلسہ سے اس بڑے کام کے لئے تعاون کی پرزور اپیل بھی کی۔ جلسہ کی کارروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی برادرم محمد مرشد خاں نے آیات کریمہ کی تلاوت کی اس کے بعد طلباء نے تعلیمی مظاہرہ پیش کیا عربی تقریر اردو تقریر انگریزی اور ہندی تقریر کے علاوہ دو طالب علم محمد اویس اور عبدالستار نے دارالقضاء کی ضرورت و اہمیت پر ایک عمدہ مکالمہ پیش کیا مدرسہ کے استاذ مولانا عبدالسبحان صاحب ندوی بھٹکلی نے مدرسہ کے تعارفی کلمات پیش کرنے کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے جلسہ عام کو خطاب کیا، دینی تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مدارس عربیہ مراکز اسلامیہ، مکاتب دینیہ سے اسلام کی بقا ہے اور فرمایا جس طرح جسم کے علاج کے لئے شفاخانوں کی ضرورت ہے اسی طرح روحانی علاج کے لئے مدارس و مکاتب ضروری ہیں، اور فرمایا یہ درسگاہ جس کا ابھی آپ کے سامنے سنگ بنیاد رکھا گیا اس کی تکمیل کے لئے آپ اپنا پورا تعاون دیجئے اور یہاں اپنے بچوں کو بھیجئے اور خود آکر دیکھتے بھالتے رہئے

دوسری نشست میں مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی، مولانا خالد صاحب غازیپوری ندوی نے خطاب کیا مولانا اشتیاق احمد صاحب برتابگڈھی مدظلہ نے طلباء کو انعامات تقسیم کئے آپ ہی کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا جلسہ میں سامعین کی تعداد کا اندازہ پانچ ہزار تک کیا جاتا ہے

بلال حسنی ندوی نے جلسہ کی نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کئی اساتذہ شریک جلسہ تھے۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• سعودی عرب کے شاہ فہد بن عبدالعزیز نے ۱۹۹۴ء کے بجٹ اجلاس کی تقریر میں ۴۲٫۶ ارب ڈالر کی تجویز پیش کی ہے جبکہ سال گذشتہ ۱۹۹۳ء کے لئے ۵۲٫۵ ارب ڈالر تھی جو ۲۰ فیصد اس سال سے زائد تھی اور کہا کہ تیل سے برآمد ہونے والی آمدنی کا ۷۵ فیصد حصہ قومی معیشت کیلئے مختص کر دیا گیا ہے

• ماسکو ریڈیو سے اسلامی نشریات سابق سویت یونین کی مسلم ریاستوں کے لئے شروع کی گئی ہیں یہ نشریات کویتی انٹرنیشنل اسلامک ویلفیئر آرگنائزیشن کمیٹی برائے ایشیائی مسلم ممالک کی کوششوں کے نتیجے میں عمل میں آئی ہیں۔ اس کا مقصد اشتراکیت کے اثرات کو کم کرنا ہے اس نشریہ میں یومیہ دو گھنٹہ قرآن پاک کی تلاوت کے بعد اسلامی عالمی خبریں اور اہم اسلامی شخصیات کی ملاقات اور بعض اہم دینی معلومات فراہم کی جاتی ہیں

• ملیشیا کی حکومت نے سال رواں ۱۹۹۴ء سے روایتی بینکوں کے ساتھ اسلامی بینک کاری کا نظام نافذ کرنے کا پروگرام بنایا ہے سرکاری مرکزی بینک کے حکام کا خیال ہے کہ اسلامی بینک کا نظام بہت جامع ہے۔ اس میں وہ تمام سہولیات مہیا کی جا رہی ہیں جو روایتی بینک فراہم کرتے ہیں واضح رہے کہ پہلا اسلامی بینک دوبئی میں ۱۹۷۳ء میں قائم کیا گیا تھا اور اب مشرق وسطیٰ افریقہ، ایشیا، اور چند یورپی ممالک میں ایسے ایک سو سے زائد بینک کام کر رہے ہیں۔

• شمالی امریکہ کے شہر ٹورنٹو میں نویں اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شمالی امریکہ کے مقیم مسلمانوں کے اہم مسائل پر غور کیا گیا مسلم طلباء کی تعلیم کا مسئلہ خاص طور پر زیر بحث رہا۔ اور ٹورنٹو یونیورسٹی میں جہاں کانفرنس منعقد ہوئی تھی فقہ اسلامی کے لئے ایک شعبے کی تجویز بھی پاس کی گئی۔

• انڈونیشیا سے ملنے والی خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے مسلمانوں کے مطالبے کو قبول کرتے ہوئے لاٹری پر پابندی عائد کر دی ہے۔ ۹۷ فیصد مسلم اکثریتی والا ملک لاٹری کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔ اب اس نے لاٹری کے لائسنس منسوخ کر کے ایک جرأتمندانہ قدم اٹھایا ہے۔

• سعودی عرب سے ملنے والی خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ خادم حرمین شریفین کی کوششوں سے مسجد حرام کے مغرب باب عمر اور باب عبدالعزیز کی جانب ۷۶ ہزار مربع میٹر رقبے کا اضافہ ہوا ہے جس سے ایک لاکھ ۴۰ ہزار نمازیوں کی گنجائش بڑھ گئی ہے۔

• کینیا کے مسلمانوں کی اعلیٰ مجلس اسلامی کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ ملک کی ۹۰ فیصد خواتین پردے کی پابند ہیں۔ اور اسلامی لباس کا اہتمام کرتی ہیں۔ خواتین میں اسکو قبول کرنے کا اچھا رجحان پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض نوعمر اور نومسلم لڑکیاں بھی پردے کا احترام کرتی ہیں کینیا کے مسلمانوں میں طلاق کا تناسب بھی انتہائی کم ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ۴۰ ہزار نکاحوں میں ایک طلاق کا تناسب ہے۔

• ملیشیا کے صوبہ کہلنٹان کی مجلس قانون ساز کے ۳۸ ارکان میں سے ۳۶ نے احکام شریعت کے نفاذ کے لئے ایک بل کو متفقہ طور پر منظور کر کے پاس کر دیا ہے۔ اس سے قبل اس صوبہ کی اسمبلی نے ۱۹۹۰ء میں شراب نوشی پر شریعت اسلامی کی سزا تجویز کی تھی۔

عربی کے اگلے درجات کھولنے کا فیصلہ

مدرسہ انوار الاسلام مادھوپور، بڑہریا ضلع سیوان (بہار) ملحقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جو مجاہد جلیل مولانا سید جعفرؒ علی صاحب بستوی کا قائم کردہ ایک تاریخی مدرسہ ہے۔ جہاں پرائمری و حفظ کے علاوہ ندوہ کے نصاب کے مطابق ثانویہ رابعہ تک عربی کی تعلیم ہوتی رہی ہے، اب مدرسہ کے ذمہ داروں نے عربی کے اگلے درجات کھولنے کا فیصلہ کیا ہے واضح رہے کہ یہاں کے زیر تعلیم طلبہ عالیہ اولیٰ کے بعد براہ راست دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلے کے مجاز ہوں گے۔ ۱۲ر شوال سے ثانویہ خامسہ تک عربی درجات میں داخلے ہوں گے۔ خواہش مند اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

سکریٹری

Madrasa Anwarul Islam
At. & P. O. Madhopur (Barharia) 841232
Ditt. Siwan - Bihar -

وفیات

• جامعۃ الہدایہ جے پور کے بانی اور امیر مولانا شاہ عبدالرحیم مجددیؒ کا مورخہ ۵ر جنوری ۹۴ء کو بمبئی میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب مرحوم جن کا تعلق یوپی کے شہر رامپور سے تھا مگر دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں آپ کے دادا جے پور منتقل ہو گئے تھے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، آپ کا سب سے بڑا کارنامہ صوبہ راجستھان کے خشک صحرا میں ایک اسلامی ادارہ جامعۃ الہدایہ کا قیام ہے جس میں نصاب تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ہے۔ مولانا نے اگرچہ فرنگی محل کے درس نظامی کے نصاب سے فراغت حاصل کی تھی مگر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اور ندوہ کے فکر و نصاب سے کافی متاثر تھے اسی لیے اپنے صاحبزادوں کو ندوہ کے نصاب کے مطابق تعلیم دلائی جو اس وقت جامعۃ الہدایہ میں ان کے جانشین ہیں۔ حضرت شاہ عبدالرحیم مجددیؒ جن کا علمی حلقوں میں کافی اثر و رسوخ تھا خاص طور سے سورت اور کانپور میں ان سے ہزاروں لوگ وابستہ تھے، وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے رکن انتظامی تھے اور انھیں کی ذاتی کوششوں سے رابطہ ادب اسلامی اور ابھی حال میں مسلم پرسنل لا کی میٹنگ جامعۃ الہدایہ جے پور میں منعقد ہوئی وہ اپنے خاص حلقوں میں حضرت صاحب کے نام سے مشہور تھے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ایک وفد مولانا کے انتقال پر جے پور گیا اور دارالعلوم کی مسجد میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا اس کے بعد مولانا کے لیے دعائے مغفرت کی گئی ان کی وفات ملک و ملت دونوں کے لیے بڑا خلا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اس خلا کو پر کرے۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

• علم حدیث کے مشہور عالم مولانا عبیداللہ رحمانیؒ مبارکپوری کا ۶ر جنوری ۹۴ء کو صبح ۶ بجے بنارس میں ۹۵ برس کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا نے حدیث شریف کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف کی شرح لکھی جو مرقاۃ المفاتیح کے نام سے مقبول عام ہے۔ آپ محدث کبیر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے خاص شاگرد تھے۔ اور تحفۃ الاحوذی (شرح جامع ترمذی) کی تکمیل میں ان کے شریک کار بھی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، باقی تعلیم "دارالحدیث رحمانیہ" دہلی میں حاصل کی۔ مولانا کے انتقال پر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

• دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق استاذ حدیث مولانا عبدالستار اعظمی کا مورخہ ۶ر جنوری ۹۴ء کو ۹۰ برس کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عبدالستار اعظمی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے کئی سال تک دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حدیث پاک کا درس دیا۔ اس کے علاوہ دارالعلوم مئو۔ قاسم العلوم دیوریا۔ مدرسہ امدادیہ بمبئی اور مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں میں درس و افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے۔ مولانا کو اپنے شاگردوں سے خاص تعلق تھا۔ انتقال کی خبر ملنے پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں تعزیتی جلسہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (معید اشرف ندوی)

رحمت کو ان کی جوش میں لانے کی دیر ہے
یعنی سر نیاز جھکانے کی دیر ہے
پروانے آہی جائیں گے کھنچ کر بہ جبر عشق
محفل میں صرف شمع جلانے کی دیر ہے
جام شراب، مست گھٹا، مطرب و بہار
سب آچکے ہیں آپ کے آنے کی دیر ہے
وہ بھی تڑپ نہ جائیں تو اس عاشقی پہ خاک
مجھ سے فقط نگاہ ملانے کی دیر ہے

بقیہ۔ قومی ترقی کے حصول

جن کا تجربہ سے اس مرض میں مؤثر ہونا ثابت ہو چکا ہوتا ہے، مثلاً بہت سی دوائیں ہیں جن کا ازالہ امراض میں مؤثر ہونا تجربات سے ثابت ہے لیکن یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ ان کی تاثیر کا سبب کیا ہے۔

جیسے بلڈ پریشر کے مرض میں گھڑی کی چین جیسی ایک چیز استعمال کی جاتی ہے۔ بواسیر کے ازالہ کے لئے ایک خاص قسم کے پتھر کی انگوٹھی استعمال ہوتی ہے، اسی طرح دانۂ فرنگ (جو ایک قسم کا پتھر ہے) درد گردہ کے ازالہ کے لئے منھ یا ہاتھ میں رکھنے سے مریض کو تسکین ہوتی ہے ان چیزوں اور مرض کے درمیان باہمی کیا ربط ہے اور کیوں فائدہ ہو جاتا ہے اس کو بتانا مشکل ہے لیکن اس پر عمل کیا جاتا ہے اور اثر ظاہر ہوتا ہے۔

بالکل اسی طرح اعمال شرعیہ کا معاملہ ہے جن کا انسانی فلاح و صلاح، اور ارتقاء و بہبود میں مؤثر ہونا اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمانے سے ثابت ہے، اس پر عمل کر کے امت مسلمہ نے دور اول میں حیرت انگیز ترقی کی، اور چہار دانگ عالم میں ان کی شہرت و طاقت کی ایسی دھاک بیٹھ گئی جس سے تاریخ اغماض نہیں کر سکتی۔

بقیہ درس حدیث

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو اللہ جل شانہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوص کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ وہ ان کی آواز پر لبیک کہے اور ان کا حکم بجالائے، اور جن چیزوں سے منع فرمائیں ان سے باز رہے ورنہ وہ محبت کے دعوی میں جھوٹا اور ایمان کی کڑی کو توڑنے والا شمار ہوگا۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

۱۔ تم خدا سے محبت کا اظہار اس منہ سے کرتے ہو جب کہ اس کی نافرمانی کرتے ہو یہ تو فہم وقیاس کی دنیا میں بڑی انوکھی بات ہے۔

۲۔ اگر اپنی محبت میں سچے ہوتے تو اس کی اطاعت کرتے کہ محب اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے آپؐ کے ارشاد (کہ آدمی آدمی سے محبت کرے اور یہ محبت صرف اللہ کے لیے ہو) کی تشریح میں یحیی بن معین فرماتے ہیں۔ اللہ واسطہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ حسن سلوک کے موقع پر حد سے آگے نہ بڑھے کہ کسی دوسرے کی حق تلفی ہوجائے اور سختی کے موقع پر سختی کرنے میں کمی نہ کرے۔

یہ حدیث اخوت اسلامی کا درس دیتی ہے جو اس وقت تک خالص نہیں ہوسکتی، نہ ہی پائدار ہوسکتی ہے، نہ اس میں تعاون کا جذبہ ہوسکتا ہے جب تک کہ اللہ تعالی کے لیے نہ ہو اور اس محبت سے اللہ کی رضا مقصود ہو، اور یہ اس وقت نصیب ہوتا ہے جب مؤمن کو ایمان کی مٹھاس اور چاشنی حاصل ہوتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی ایک سے زیادہ حدیثوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا "تم میں کوئی شخص اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی ناپسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس اسلامی اخوت کو مختلف مناسبتوں سے بیان فرماتے رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ شخص ہے جو ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے"۔

صحیح اسلامی اخوت اس وقت تک ایمان کی لذت سے آشنا نہیں ہوسکتی جب تک تقوی نہ ہو۔ کہ ایمان کے بغیر اخوت کا پایا جانا مشکل اور تقوی کے بغیر سچائی اور دوستی کا پایا جانا دشوار، اخوت ایمان کے بغیر نہیں پائی جاسکتی اس کا ثبوت تو یہ آیت کریمہ ہے (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ) مؤمن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور تقوی کے بغیر دوستی نہیں ہوسکتی اس کی دلیل یہ آیت ہے (اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ) جو آپس میں دوست ہیں اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)۔

جو شخص صاحب ایمان ہوتا ہے اور اس کے ایمان پر تقوی کا رنگ بھی چڑھا ہوتا ہے تو اس شخص کو "کند ہم جنس باجنس پرواز" کے اصول کے تحت ملاقات وتعارف کے پہلے ہی لمحہ میں اس شخص سے محبت وانس پیدا ہوجاتا ہے، جو ایمان وتقوی کا حامل ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے (روحیں تیار کیا ہوا لشکر ہیں جو ان میں سے ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں باہم مل جل جاتی ہیں مانوس ہوجاتی ہیں۔ اور جو ایک دوسرے کے لئے اجنبی اور الگ نوعیت کی ہوتی ہیں ایک دوسرے سے دور ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ ایسا نفس رکھنے والا شخص جس میں خباثت پائی جاتی ہو اور جس کے اندر فساد وبگاڑ جڑ پکڑ چکا ہو، وہ نفس مؤمن سے میل نہیں کھاتا اس لیے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ذوق ومزاج کے ہیں۔ روح اور طریق زندگی دونوں اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لہٰذا مخلصانہ اسلامی اخوت ومحبت کے آداب میں یہ شامل ہے کہ جب بھائی کو بھائی سے محبت ہو تو اس کو بتادے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اس لیے کہ حدیث شریف میں ابوداؤد اور ترمذی دونوں ہی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے"۔

گرم جوشی اور چہرہ کی بشاشت کے ساتھ ملنا اس محبت کو چار چاند لگاتا ہے حتی کہ آپؐ نے فرمایا: "تمہارا اپنے بھائی سے ہنس کر ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے"۔

بقیہ دارالعلوم اسلامیہ بستی

بعد نماز مغرب مسجد کے وسیع صحن میں جلسہ منعقد ہوا جس سے محترم مہمانوں نے خطاب فرمایا حضرت مولانا سید محمد مرغوب مظاہری ناظر کتب خانہ شبلی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

بقیہ سوال وجواب

سوال:۔ نماز جنازہ میں تکبیر کہی جاتی ہے تو بعض لوگ سر اٹھاتے ہیں کیا تکبیر کے وقت سر اٹھانا جائز ہے؟

جواب:۔ نماز جنازہ میں نماز پڑھتے یا پڑھاتے وقت آسمان کیطرف سر اٹھانا نہیں چاہئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ایسا نہ کیا کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہاری نگاہیں اچک لی جائیں

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س:۔ پندرہ شعبان کو آج کل عوام الناس میں حلوہ بنانے، اور آتش بازی داغنے کا رواج پایا جارہا ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

ج:۔ شب برأت میں حلوہ بنانا شرعاً ثابت نہیں ہے شریعت اچھا کھانے پینے، اچھا پہننے سے نہیں روکتی ہے لیکن کسی خاص دن کو اس مقصد کے لیے معین کرنا جب کہ شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہ ہو بدعت ہے، جہاں تک آتش بازی کا تعلق ہے اس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں اس کی برائیاں بہت ہیں۔ (۱) پیسے کا ضیاع۔ (۲) خطرات کا لاحق ہونا (۳) کارآمد مال کو جلاڈالنا۔ (۴) اس کے تحت بڑے سے بڑے حادثات کا عموماً پایا جانا یہ سب ایسی برائیاں ہیں جو کسی سے مخفی نہیں ہیں شریعت میں ایسی برائیوں کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی کے بارے میں آیت کریمہ "اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ" وارد ہے۔

س:۔ میری طبیعت خراب ہونے اور آپریشن کی وجہ سے میں صرف تین روزے رکھ سکا۔ میری عمر ۶۲ سال ہے، ابھی مزدوری ہے، کیا قضا روزے رکھنے ہوں گے یا فدیہ کافی ہوگا۔

ج:۔ چونکہ سائل کافی عمر دراز ہیں اس لیے اگر ضعف وضعیفی کی وجہ سے قضا پر قادر نہیں ہیں تو ان کا ادا کیا ہوا فدیہ کافی ہوگا۔ وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی المریض اذا تحقق الیاس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المریض۔ (درالمختار ۲/۴۰۴)

س:۔ میری دوکان نخاس میں ہے اتوار کے دن میری دوکان کے سامنے لوگ دوکان لگاتے یا ٹھیلہ کھڑا کرتے ہیں جن سے ہم کچھ پیسے وصول کرا اپنی دوکان کے سامنے ان کو دوکان لگانے یا ٹھیلہ کھڑا کرنے دیتے ہیں، کیا ان سے پیسہ لینا جائز ہے؟

ج:۔ اگر مذکور جگہ آپ کی ملکیت ہے تو اس کا کرایہ وصول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اگر وہ جگہ حکومت یا دوسرے کی ملک ہے تو آپ کو اس کا کرایہ لینا درست نہیں ہے۔

سوال:۔ سرکاری ملازمت ختم ہونے پر فیملی پنشن ملتی ہے کیا یہ جائز ہے؟

جواب:۔ فیملی پنشن کا ملنا جائز ہے کیونکہ وہ ایک انعام ہے جو حکومت کی طرف سے ملازم کے ورثاء کو ملتا ہے۔

(باقی ص ۳۲ پر)

بقیہ سفر قادیان

اور پھانسی کے بعد کس نے کہا؟ "انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ"۔ (سورۃ النساء آیت ۱۵۷) ہم نے ہی عیسی بن مریم اللہ کے رسول کو قتل کیا ہے۔ یہ فخریہ انداز کس کا ہے؟ صرف یہود اور یہودیوں کا ہی ہے۔ جس پر اللہ تعالی نے فرمایا ہے "وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم" انھوں نے ان کو (عیسی علیہ السلام) نہ قتل کیا ہے اور نہ پھانسی دی ہے لیکن ان کو شبہ میں ڈالا گیا ہے، پھر "وما قتلوه یقینا" اور یقینی طور پر انھوں نے اس کو قتل نہیں کیا (آیت مذکورہ سورۃ النساء) اتنی صراحت اور تاکید سے قرآن نے بیان کیا ہے، مگر اتباع یہود اس صراحت کو نہیں مانتے اور بھڑ عیسی علیہ السلام کے خلاف آواز میں بلند کررہے ہیں اس سے زیادہ اور کیا یہودی خرافات پر یقین لانا ہی نہیں بلکہ اس کی تبلیغ واشاعت کو شعار بنالینا یہودیت کی وہ خدمت ہے جس سے خود علماء یہود قاصر رہے۔ جرأت ہے کہ مرزا جی اس سے آگے بڑھ کر حضرت موسی علیہ السلام کی شان میں بھی اپنے نزدیک مدح وثنا کے طور پر وہ بہتان طرازی کرگئے جس کی مثال کسی بھی تحریر میں نہیں ملتی ہے۔ مرزا جی ص۵ نور الحق حصہ اول میں لکھتے ہیں (اصل عبارت اور ترجمہ مرزا جی کا ہی ہے)۔

"هذا هو موسی فتی الله الذی اشار الله فی کتابه الی حیاته۔ وفرض علینا ان نومن بانه حی فی السماء وله بیت ولیس من المیتین"۔

یہ وہی موسی مردخدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہوگیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں ہے۔

یہ بات خود یہود بھی نہیں کہتے مگر مرزا جی کے کوئی لگام نہیں۔ مرزا جی نے یہ جملے حیات عیسی پر بحث کرتے ہوئے لکھے ہیں اس سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ اسرائیل میں قادیانیت کا مقام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہود جہاں خود نہیں پہونچ سکے وہاں ان شردمندے اسلام سے دشمنی رکھنے والوں کو بھیج دیا اور ان لوگوں نے اپنے آقاؤں کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے خدمت انجام دی۔

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

ماہ مبارک کا اہتمام

مسلمان کے لئے سال بھر میں سب سے زیادہ متبرک مہینہ یہی رمضان کا ہے، قرآن مجید اور حدیث نبوی دونوں اس کی بزرگیوں اور فضیلتوں پر گواہ ہیں۔ آپ اپنی جگہ پر سوچیے کہ خود آپ کہاں تک اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں؟ آپ خود اور آپ کے گھر والے روزہ دار ہیں اور اگر کسی عذر شرعی کی بنا پر مجبوراً ترک روزہ کئے ہوئے ہیں تو اس کی قضا یا مسکینوں کے کھلانے پر مستعد ہیں؟ آپ کے محلے اور آپ کی بستی کی مسلمان آبادی میں روزہ داروں اور غیر روزہ داروں کی تعداد میں کیا تناسب ہے؟ شب برات و محرم کے مراسم جس وسیع پیمانہ پر مسلمانوں میں گھر گھر منائے جاتے ہیں، عید اور بقر عید کے موقع پر ہر گھر میں جو جشن ہوتا ہے، کیا اسی مناسبت سے ہم اور آپ رمضان مبارک کے اہتمام و احترام میں مصروف رہتے ہیں؟

اس ماہ مبارک کے اہتمام و احترام کے یہ معنی نہیں کہ ان کا بیشتر حصہ سونے اور بدمزاجی میں، اور شب کا بڑا حصہ معدہ کی خاطر داریوں میں بسر کیا جائے اور شام کے وقت افطاری کے نام سے ہر قسم کی فضول خرچی اور بداحتیاطی روا رکھی جائے روزہ تو اس واسطے ہے کہ ہم کو سادگی کا سبق دے اور طبیعت کو صبر و تحمل کا خوگر بنائے، ہمارے جو بھائی عام طور پر شام کو ایک یا دو چیزیں کھانے کے عادی ہیں اور رمضان میں محض افطار کے وقت پانچ پانچ سات سات کھانے ضروری سمجھتے ہیں، وہ خود اپنے دل میں ذرا غور کریں کہ وہ روزہ کی غرض کہاں تک پوری کرتے ہیں روزہ تو خواہشوں کے ضبط کے لئے ہے، نہ اس لئے کہ انھیں کئی گنا بڑھا اور پھیلا دیا جائے۔

روزہ، جسم و روح کا قدرتی مصلح اور صحت بدنی اور صحت اخلاقی دونوں کا ضامن ہے، ہم نے اپنی شامت و بدبختی سے اس کی یہ دونوں خوبیاں زائل و برباد کر دی ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ — از: سچ ۱۹۳۵ء

۱۰ر فروری ۱۹۹۴ء — فی شمارہ پانچ روپے — سالانہ چندہ ۱۰۰/-

Regd. No. LW/NP56

Office : 385538
Princi. : 72336
G. House : 73864

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق گلاب و عرق کیوڑہ و دیگر عرقیات کی ایک قابلِ اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط و کتابت کا پتہ۔

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس چوک لکھنؤ
عطر ہنا — عطر شہاب
IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
TRADE MARK
CHOWK-LUCKNOW
226003

بمبئی کے قارئین تعمیرِ حیات سے

بمبئی کے قارئین تعمیرِ حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیرِ حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants

44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar,
Bombay 400003
Tele.: Add Cupketle Tel.
3762220/ 3728708
Tel.(R) 3095852

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کے لیے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر۔ ۲۶۷۹۱۰ 267910

تعمیرِ حیات میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

پندرہ روزہ تعمیرِ حیات ایک تحریک ہے، اس کی توسیعِ اشاعت میں حصہ لیں۔